فضائل و دفاع امیر معاویہ
(کتب سنی و شیعہ سے)

محقق اہلسنت مناظر اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنی ہاشم سے نسبی تعلقات

۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت

۔ شان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نگاہ علی المرتضیٰ میں

۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ کی حقیقت

۔ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امیر معاویہ سے صلح اور آپ کے ہاتھ پر بیعت

۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دلوانے کا جواب کتب شیعہ سے

۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگائے گئے الزامات کے جوابات

طالب دعا
زوہیب حسن عطاری

باب سوم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلقات

اس باب میں چھ فصلیں ہوں گی فصل اول میں حدیث رسول کی روشنی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعارف فصل ثانی میں خاندانِ امیر معاویہ کے بنی ہاشم کے ساتھ نسبی تعلقات فصل سوم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلِ بیت سے عقیدت اور محبت اور فصل چہارم میں شان معاویہ در نگاہِ علی مرتضیٰ فصل پنجم میں امام حسن و امیر معاویہ کی جنگ کی حقیقت اور فصل ششم میں حسنین کی دست معاویہ پر بیعت کا بیان ہوگا۔

فصل اوّل

تعارف و شانِ امیر معاویہ از کتب اہل سنت و اہل تشیع

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یوم فتح مکہ کو مشرف باسلام ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ بایں وجہ آپ صحابیٔ رسول کے وصف سے مزین ہوگئے۔ شرف صحابیت کے ساتھ "کاتب وحی" ہونا بھی ان کا اعزاز ہے۔

روایت اوّل :۔

دعاء رسول اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی اور مہدی بنا

تاریخ بغداد :۔

قَالَ سَعِيدٌ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِي مُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّاهْدِ بِهٖ ۔

(تاریخ بغداد جلد اوّل صـ۲۰۸ مطبوعہ مدینہ منورہ

ترجمہ: حضرت سعید رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول تھے نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یاں الفاظ دعا مانگی۔ اے اللہ امیر معاویہ کو ہادی بنا۔ اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت فرما۔

روایت دوم :۔

سبّ معاویہ پر لعنت خدا و ملائکہ :۔

تاریخ بغداد :۔

اَخْبَرَنَا ابْنُ رِزْقٍ قَالَ نَا اَبُو الْحُسَيْنِ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ يَحْيَى الْاَدَمِيُّ الْبَزَّازُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِي الْعَوَامِ قَالَ نَا رَبَاحُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْمَوْصِلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْئَلُ الْمُعَافِي بْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ يَا اَبَا مَسْعُوْدٍ اَيْنَ عُمَرُ

بن عبد العزیز من معاویۃ بن ابی سفیان؟ فغضب من ذلک غضباً
شدیداً وقال لا یقاس باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم احد، معاویۃ صاحبہ وصہرہ وکاتبہ وامینہ علی
وحی اللہ عز وجل وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دعوالی اصحابی واصہاری فمن سبہم فعلیہ لعنۃ اللہ
والملٰئکۃ والناس اجمعین .

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۹ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ: رباح بن جراح موصلی کہتے ہیں۔ میں نے ایک آدمی کو "معافی بن عمران" سے سوال کرتے سنا۔ اس نے پوچھا۔ اے ابومسعود! عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں؟ یہ سن کر "ابن عمران" انتہائی غضب ناک ہو گئے۔ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی غیر صحابی کا مقابلہ مت کرو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سالے اور اللہ کی وحی کے کاتب اور امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ میرے سسرال مجھ پر رہنے دو۔ (یعنی میں تم سے بہتر انہیں سمجھتا ہوں۔ ان پر کوئی الزام نہ دھرو) جس نے ان میں سے کسی کو بھی گالی دی۔ اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔

روایت سوم

البدایۃ والنہایۃ :

وقال ابو القاسم الطبرانی حدثنا احمد بن محمد
الصیدلانی ثنا السری عن عاصم ثنا عبد اللہ بن یحیٰی

بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُمِّ حَبِیْبَةَ مِنَ النَّبِیِّ (ص) دَقَّ الْبَابَ دَاقٍّ فَقَالَ النَّبِیُّ (ص) اُنْظُرُوْا مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا مُعَاوِیَةُ قَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَدَخَلَ وَعَلٰی اُذُنِهٖ قَلَمٌ یَخُطُّ بِهٖ فَقَالَ مَا هٰذَا الْقَلَمُ عَلٰی اُذُنِكَ یَا مُعَاوِیَةُ؟ قَالَ قَلَمٌ اَعْدَدْتُهٗ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ فَقَالَ لَهٗ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ نَبِیِّكَ خَیْرًا وَاللّٰهِ مَا اسْتَکْتَبْتُكَ اِلَّا بِوَحْیٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا اَفْعَلُ مِنْ صَغِیْرَةٍ وَّلَا کَبِیْرَةٍ اِلَّا بِوَحْیٍ مِّنَ اللّٰهِ کَیْفَ بِكَ لَوْ قَمَّصَكَ اللّٰهُ قَمِیْصًا یَعْنِی الْخِلَافَةَ فَقَامَتْ اُمُّ حَبِیْبَةَ فَجَلَسَتْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ اللّٰهَ مُقَمِّصُهٗ قَمِیْصًا قَالَ نَعَمْ وَلٰکِنْ فِیْهِ هَنَاتٌ وَّهَنَاتٌ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ بِالْهُدٰی وَجَنِّبْهُ الرَّدٰی وَاغْفِرْ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۱۲۰ مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو کون ہے؟ کہا معاویہ ہیں۔ فرمایا اندر آنے دو۔ تو حضرت معاویہ کانوں میں قلم رکھے ہوئے اندر آئے۔ جس سے لکھتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا۔ اے معاویہ! تیرے کان پر رکھا قلم کس مقصد کے لیے ہے؟ عرض کی۔ یہ قلم میں نے اللہ اور اس کے

رسول کے لیے تیار کیا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیرے نبی کی طرف سے تجھے بہتر جزا عطا کرے۔ خدا کی قسم! میں نے تجھے لکھنا صرف اس لیے سکھایا۔ تاکہ تو اللہ کی وحی لکھے۔ میں چھوٹا موٹا ہر کام اللہ کی وحی سے ہی کرتا ہوں اگر اللہ تمہیں خلافت کی قمیص پہنائے۔ تو اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے "ام حبیبہ" کھڑی ہوئیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا بیٹھیں۔ اور کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ معاویہ کو قمیص پہنائے گا (یعنی خلیفہ بنائے گا) فرمایا۔ ہاں۔ لیکن اس میں تکالیف ہیں۔ ام حبیبہ نے عرض کی حضور! پھر ان کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت عطا فرما۔ اور بد خلقی سے بچا۔ اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

روایت چہارم:۔

البدایہ والنہایہ:۔

وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ مَكِّنْ لَّهٗ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ .

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۱)

ترجمہ:

عمرو بن عاص کہتے ہیں میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ کے لیے یوں دعا فرما رہے تھے "اے اللہ! اسے "الکتاب" سکھا۔ اور شہروں پر تسلط عطا کر۔ اور عذاب جہنم سے اسے بچا۔

ان چار روایات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ کوئی آدمی (انبیاء کے علاوہ) کتنا صاحب مرتبہ ہو۔ وہ مقام صحابی اور مرتبہ صحابیت تک نہیں پہنچ سکتا۔

۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہونے کے علاوہ آپ کے سسرال بھی ہیں۔

۳۔ آپ نے اپنے صحابہ اور سسرال کو گالی دینے والے اور برا بھلا کہنے والے پر لعنت کی۔ اس پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔

۴۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یا آپ کے سسرال پر لعنت کی۔ اس پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔

۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحی کی کتابت کا فریضہ اللہ کے حکم سے عطا فرمایا تھا۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت عطاء ہونے کی بشارت دی تھی۔ گویا آپ نے نور الہی سے ان کی خلافت دیکھ لی تھی۔

۷۔ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تجھے ہدایت دے۔ ہر ردی چیز سے بچائے۔ اور دنیا و آخرت میں معاف کر دے۔

۸۔ شہروں پر تسلط ملنے اور عذاب سے محفوظ رکھنے کی بھی اللہ سے دعا مانگی۔

روایت پنجم:۔

تفسیر درِ منثور:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعِنْدَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ مُعَاوِيَةُ إِذْ أَقْبَلَ عَلِيٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ أَتُحِبُّ عَلِيًّا قَالَ نَعَمْ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَيْنَكُمْ هَنِيَّةٌ قَالَ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ عَفْوُ اللهِ وَ رِضْوَانُهُ قَالَ رَضِيْنَا بِقَضَاءِ اللهِ وَ رِضْوَانِهِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَوْ شَآءَ اللهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔

(۱) تفسیر درِ منثور جلد اوّل ص ۳۲۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ہفتم ص ۲۲۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ پاک میں حاضر تھا حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم بھی حاضرِ خدمت تھے۔ اسی اثنا میں علی المرتضٰے بھی حاضرِ بارگاہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا

کہ کیا تم حضرت علی رضا سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا عنقریب تمہارے درمیان لڑائی ہو گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس کے بعد کیا ہو گا۔؟ آپ نے فرمایا اللہ کی معافی اور رضا تمہارے شامل حال ہو جائے گی۔ا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اللہ کی قضا (تقدیر) اور رضا پر راضی ہیں اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ الآیہ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں لڑائی نہ کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

خلاصہ کلام :-

جس آدمی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے مذکورہ آٹھ امور ثابت ہوں۔ اس کے محبوب رسول خدا ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے! پھر اس کا دوزخ سے کیا تعلق؟ معصوم ہونا تو انبیاء کرام کے ساتھ مختص ہے۔ امیر معاویہ اگرچہ مقام عصمت نہیں رکھتے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی حفاظت میں لے لیا بتقاضائے بشری بالفرض اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ غلطیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر دعا بھی تو اثر رکھتی ہے۔ جب آپ نے ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ جو یقیناً قبول ہوئی۔ تو پھر ایسے مغفور و مرحوم، جلیل القدر صحابی، کاتب وحی رضی اللہ عنہ کے متعلق زبان طعن دراز کرنا خود اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔ سورج کی طرف تھوکنے سے اپنا منہ گندا ہوتا ہے۔

(سیرت امیر معاویہ کی ایک جھلک کتب شیعہ سے)

جو کچھ پچھلی روایات میں مذکور ہوا۔ وہ تو آپ پڑھ چکے لیکن حوالہ جات ہماری کتب سے تھے۔ آیئے ان شیعہ لوگوں کی کتب سے مذکورہ اوصاف معاویہ کی تصدیق ملاحظہ فرمایئے۔

(اوصاف معاویہؓ دنیا سے بے غرضی خوف خدا عدل و انصاف مخلوق خدا کی دادرسی

مروج الذہب و ناسخ التواریخ :-

مِنْ اَخْلَاقِ مُعَاوِيَةَ وَعَادَاتِهٖ - كَانَ اَخْلَاقُ مُعَاوِيَةَ

أَنَّهُ كَانَ يَأْذَنُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ كَانَ إِذَا صَلَّى
الْفَجْرَ جَلَسَ لِلْقَاصِّ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ قَصَصِهِ ثُمَّ يَدْخُلُ
بُيُوتَهُ بِمُصْحَفِهِ فَيَقْرَأُ أَجْزَاءً ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
فَيَأْمُرُ وَيَنْهَى ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الْمَجْلِسِ
فَيَأْذَنُ الْخَاصَّةَ الْخَاصَّةَ فَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ وَ
يَدْخُلُ عَلَيْهِ وُزَرَاءُ فَيُكَلِّمُونَهُ فِيمَا يُرِيدُونَ مِنْ
يَوْمِهِمْ إِلَى الْعَشِيِّ ثُمَّ يُؤْتَى بِالْغَدَاءِ الْأَصْغَرِ وَهُوَ
فَضْلَةُ عَشَائِهِ مِنْ جَدْيٍ بَارِدٍ أَوْ فَرْخٍ أَوْ مَا يُشْبِهُهُ
ثُمَّ يَتَحَدَّثُ طَوِيلًا ثُمَّ يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ لِمَا أَرَادَ ثُمَّ
يَخْرُجُ فَيَقُولُ يَا غُلَامُ أَخْرِجِ الْكُرْسِيَّ فَيَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ
فَيُوضَعُ فَيُسْنِدُ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَقْصُورَةِ وَيَجْلِسُ عَلَى
الْكُرْسِيِّ وَيَقُومُ الْأَحْرَاسُ فَيَتَقَدَّمُ إِلَيْهِ الضَّعِيفُ وَ
وَالْأَعْرَابِيُّ وَالصَّبِيُّ وَالْمَرْأَةُ وَمَنْ لَا أَحَدَ لَهُ فَيَقُولُ أَعِزُّوهُ
وَيَقُولُ عُدِيَ عَلَيَّ فَيَقُولُ ابْعَثُوا مَعَهُ وَيَقُولُ صُنِعَ بِي فَيَقُولُ
انْظُرُوا فِي أَمْرِهِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ دَخَلَ فَجَلَسَ عَلَى
السَّرِيرِ ثُمَّ يَقُولُ ائْذَنُوا لِلنَّاسِ عَلَى قَدْرِ مَنَازِلِهِمْ
وَلَا يَشْغَلُنِي أَحَدٌ عَنْ رَدِّ السَّلَامِ فَيُقَالُ كَيْفَ أَصْبَحَ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَطَالَ اللَّهُ بَقَاءَهُ فَيَقُولُ بِنِعْمَةٍ مِنَ
اللَّهِ فَإِذَا اسْتَوَوْا جُلُوسًا قَالَ يَا هَؤُلَاءِ إِنَّمَا سُمِّيتُمْ
أَشْرَافًا لِأَنَّكُمْ شَرُفْتُمْ مِنْ دُونِكُمْ بِهَذَا الْمَجْلِسِ ارْفَعُوا إِلَيْنَا
حَوَائِجَ مَنْ لَا يَصِلُ إِلَيْنَا فَيَقُومُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ اسْتُشْهِدَ

فُلَانٌ فَيَقُوْلُ اَقْرِضُوْا لِوَلَدِهٖ وَيَقُوْلُ اٰخَرُ غَابَ فُلَانٌ عَنْ اَهْلِهٖ
فَيَقُوْلُ تَعَاهَدُوْهُمْ اَعْطُوْهُمْ اِقْضُوْا حَوَائِجَهُمْ اَخْدِمُوْهُمْ
ثُمَّ يُؤْتٰى بِالْغَدَاءِ وَيَحْضُرُ الْكَاتِبُ فَيَقُوْمُ عِنْدَ رَأْسِهٖ وَ
يَقْدِمُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِجْلِسْ عَلَى الْمَائِدَةِ فَيَجْلِسُ
يَمُدُّ يَدَهٗ فَيَاْكُلُ لُقْمَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَالْكَاتِبُ يَقْرَأُ كِتَابَهٗ
فَيَاْمُرُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ فَيُقَالُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِعْقِبْ فَيَقُوْمُ وَيَتَقَدَّمُ
اٰخَرُ حَتّٰى يَاْتِيَ عَلٰى اَصْحَابِ الْحَوَائِجِ كُلِّهِمْ وَرُبَّمَا قَدِمَ
عَلَيْهِ مِنْ اَصْحَابِ الْحَوَائِجِ اَرْبَعُوْنَ اَوْ نَحْوُهُمْ عَلٰى قَدْرِ
الْغَدَاءِ وَيُقَالُ لِلنَّاسِ اَجِيْزُوْا فَيَنْصَرِفُوْنَ فَيَدْخُلُ مَنْزِلَهٗ
فَلَا يَطْعَمُ فِيْهِ طَامِعٌ حَتّٰى يُنَادٰى بِالظُّهْرِ فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ
ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيَاْذَنُ الْخَاصَّةَ
الْخَاصَّةَ فَاِذَا كَانَ الْوَقْتُ وَقْتَ شِتَاءٍ اَتَاهُمْ بِنَادِ الْحَارِّ
مِنَ الْاَخْبِصَةِ الْيَابِسَةِ وَالْخُشْكُنَانِجِ وَالْاَقْرَاصِ
الْمَعْجُوْنَةِ بِاللَّبَنِ وَالسُّكَّرِ وَدَقِيْقِ التَّمِيْدِ وَالْكَعْكِ
الْمُسَمَّنِ وَالْفَوَاكِهِ الْيَابِسَةِ وَالْذ نْجُوْجِ وَاِنْ كَانَ وَقْتَ
صَيْفٍ اَتَاهُمْ بِالْفَوَاكِهِ الرَّطْبَةِ وَيَدْخُلُ اِلَيْهِ وُزَرَاءُهٗ
فَيُؤَامِرُوْنَهٗ فِيْمَا احْتَاجُوْا اِلَيْهِ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ وَيَجْلِسُ
اِلَى الْعَصْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَدْخُلُ اِلٰى مَنْزِلِهٖ
فَلَا يَطْعَمُ فِيْهِ طَامِعٌ حَتّٰى اِذَا كَانَ فِيْ اٰخِرِ اَوْقَاتِ الْعَصْرِ
خَرَجَ فَجَلَسَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ وَيُؤْذَنُ لِلنَّاسِ عَلٰى مَنَازِلِهِمْ
فَيُؤْتٰى بِالْعِشَاءِ فَيَفْرُغُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يُنَادٰى بِالْمَغْرِبِ

فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيهَا ثُمَّ يُصَلِّي بَعْدَهَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ خَمْسِيْنَ آيَةً يَجْهَرُ تَارَةً وَّيُخَافِتُ أُخْرٰى ثُمَّ يَدْخُلُ مَنْزِلَهٗ فَلَا يَطْمَعُ فِيْهِ طَامِعٌ حَتّٰى يُنَادِيْ بِالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْخَاصَّةِ وَخَاصَّةِ الْخَاصَّةِ وَالْوُزَرَاءِ وَالْحَاشِيَةِ فَيُؤَامِرُهُ الْوُزَرَاءُ فِيْمَا أَرَادُوْا صَدْرًا مِّنْ لَيْلَتِهِمْ وَيَسْتَمِرُّ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ فِيْ أَخْبَارِ الْعَرَبِ وَأَيَّامِهَا وَالْعَجَمِ وَمُلُوْكِهَا وَسِيَاسَتِهَا لِرَعِيَّتِهَا وَسِيَرِ مُلُوْكِ الْأُمَمِ وَحُرُوْبِهَا وَمَكَائِدِهَا وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ أَخْبَارِ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ ثُمَّ تَأْتِيْهِ الطُّرَفُ الْغَرِيْبَةُ مِنْ عِنْدِ نِسَائِهٖ مِنَ الْحَلْوٰى وَغَيْرِهَا مِنَ الْمَآكِلِ اللَّطِيْفَةِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَنَامُ ثُلُثَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَقْعُدُ فَيُحْضَرُ الدَّفَاتِرُ فِيْهَا سِيَرُ الْمُلُوْكِ وَأَخْبَارُهَا وَالْحُرُوْبُ وَالْمَكَايِدُ فَيَقْرَأُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ غِلْمَانٌ لَّهٗ مُرَتَّبُوْنَ وَقَدْ وُكِّلُوْا بِحِفْظِهَا وَقِرَاءَتِهَا فَتَمُرُّ بِسَمْعِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جُمَلٌ مِّنَ الْأَخْبَارِ وَالسِّيَرِ وَالْآثَارِ وَأَنْوَاعِ السِّيَاسَاتِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَفْعَلُ مَا وَصَفْنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ۔

(۱) مروج الذہب ص۲۹ جلد۳ من اخلاق معاویۃ

(۲) ناسخ التواریخ زندگانی حسن مجتبیٰ ؓ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک ایسا تھا۔ کہ آپ چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اذن ملاقات دیتے۔ نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد قصہ گو سے قصہ جات سنتے جب وہ مکمل کر لیتا۔ تو گھر سے منگوا کر قرآن پاک کے کچھ حصہ کی تلاوت فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور امر و نہی کرتے۔ پھر چار رکعت (اشراق، چاشت) نفل ادا کر کے مجلس خانہ میں تشریف لاتے۔ آپ کے خاص خاص آدمی آکر کچھ سنتے سناتے۔ آپ کے وزراء بھی اس دن کے شام تک کے پروگرام پر گفتگو کرتے۔ اس کے بعد رات کے کھانے سے کچھ بچی ہوئی اشیاء ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے لیے لائی جاتیں۔ جس میں بکری یا کسی پرندے یا کسی ایسے حلال جانور کا گوشت ہوتا جس کی طبیعت سرد ہوتی۔ پھر تادیر گفتگو جاری رہتی پھر جب دل چاہا۔ گھر تشریف لے گئے۔ پھر واپس آکر غلام کو کرسی لانے کا کہتے۔ مسجد میں گھر کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے آس پاس محافظوں کی نگرانی میں آپ کے پاس ضعیف، دیہاتی بچے، عورتیں اور بے سہارا لوگ حاضر ہوتے کوئی کہتا مجھ پر ظلم ہوا۔ آپ فرماتے اس کی مدد کرو۔ کوئی اپنے اوپر زیادتی کی شکایت کرتا۔ تو اس کے ساتھ آدمی بھیجنے کا حکم دیتے۔ دھوکہ دہی ہوتی۔ تو اس پر غور کرنے کا فرماتے۔ جب سائل کوئی نہ رہتا۔ تو آپ اپنی نشست گاہ پر بیٹھ جاتے۔ لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق بلایا جاتا۔ آپ فرماتے تم میں سے کوئی بھی مجھے کسی سلام دینے والے کا جواب دینے میں رکاوٹ نہ بنے۔ لوگ دریافت کرتے۔ امیر المومنین نے صبح

کیسی کی؟ اللہ ان کی عمر دراز فرمائے۔ جواباً فرماتے۔ اللہ کی نعمتوں میں بسیج
کی۔ جب سب مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو فرماتے۔ تم اس مجلس میں آنے کی
وجہ سے بوجہ ممتاز ہونے کے ذی شرف ہو۔ جو ہم تک نہ پہنچ سکیں۔
ان کی حاجات کا پہنچانا تمہارا کام ہے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا۔
فلاں شہید ہو گیا۔ آپ اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر فرما دیتے۔ دوسرا کہتا۔
فلاں آدمی گھر سے غائب ہو گیا۔ آپ اس کے گھر والوں کی امداد و حفاظت
کا کہتے۔ حاجات کی برآری اور خدمت کا حکم دیتے۔ پھر کھانا لایا جاتا۔
کاتب آپ کے سر کی طرف کھڑا ہوتا۔ ایک آدمی کو لایا جاتا۔ اُسے
فرماتے۔ کھانا بھی کھاؤ اور اپنی حاجت بھی بیان کرو۔ دو تین لقمے کھانے
تک کاتب اس کے بارے میں آپ کا حکم لکھ لیتا۔ پھر اُسے پیچھے کر کے
دوسرے کو بلایا جاتا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ آتے رہتے اپنی
حاجات بیان کرتے۔ بعض دفعہ ان اکادکا آنے والوں کی تعداد چالیس
تک ہو جاتی۔ کھانا اٹھا لیا جاتا۔ لوگوں سے اجازت لے کر آپ
اپنے گھر واپس آ جاتے۔ حتیٰ کہ کوئی سائل باقی نہ رہتا۔ ظہر کی اذان ہوتی
آپ گھر سے نکل کر نماز ادا فرما کر باقی چار رکعت گھر پہ ادا فرماتے۔ پھر
"مجلس قصار" برپا ہوتی۔ خاص الخاص لوگوں کو طلب کر لیا جاتا۔ موسم
سرما میں حاج کے کھانے یعنی خشک مٹھائیاں، جنگلی نج، دودھ
شکر میں بھگوئی ہوئی روٹی، میدے اور گھی سے بنے کیک اور دیگر
خشک پھل لائے جاتے۔ موسم گرما میں تربوزے اور پھل لائے جاتے
اس دوران وزراء آتے۔ اور باقی ماندہ دن کے بارے میں احکامات
وصول کرتے۔ عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر پڑھ کر آپ گھر

تشریف لے جاتے۔ اس وقت تک کوئی حاجت مند باقی نہ رہتا۔
عصر کے آخری وقت پھر گھر سے نکلتے نشست گاہ پر جلوہ فروز ہوتے۔
حسب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا۔ شام کا کھانا حاضر کیا جاتا۔ اذانِ
مغرب تک مجلس قائم رہتی لیکن اس نشست میں حاجت مندوں کو نہ بلایا
جاتا۔ کھانے کے بعد اذان مغرب ہوتی۔ اور نماز کے بعد چار رکعت
نفل (اوابین) ادا کرتے۔ ان چار رکعتوں میں سے ہر ایک کے اندر
تقریباً پچاس آیات تلاوت فرماتے۔ قرأت کبھی بلند اور کبھی آہستہ
فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اب کوئی انتظار کرنے والا
باقی نہ رہتا۔ اذانِ عشاء ہوتی۔ نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد
خاص اور خاص الخاص لوگوں۔ وزراء اور درباریوں کو بلایا جاتا۔ یہ
لوگ رات کی تہائی حصہ تک آپ سے احکامات لیتے۔ رات کے
تیسرے پہر عرب و عجم کے بادشاہوں، ان کی ملکی سیاست، پہلے
بادشاہوں کے احوال، ان کی جنگیں، ان کا رعایا سے سلوک اور دیگر
داستانیں سنی جاتیں۔ پھر گھر کے مغربی طرف زنان خانے سے ہلکی
اور میٹھی غذا لائی جاتی۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے۔
ایک تہائی رات آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ دفاتر لائے جاتے۔
جن میں بادشاہوں کے حالات، سیرت، جنگی تدابیر کو چند کارندے
پڑھ کر سناتے۔ یہی لوگ ان دفاتر کی حفاظت اور پڑھائی کے ذمہ دار
تھے۔ یونہی ہر روز بادشاہوں کی سیرت، حالات زمانہ، ان کی جنگی
تدابیر اور داخلی پالیسیوں کا کچھ حصہ آپ کو سنایا جاتا۔ پھر اٹھ کر نماز
فجر ادا فرماتے۔ اسی طرح آپ کی روزمرہ زندگی کا معمول تھا۔

خلاصہ کلام :-

جس شخص کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے اپنی ذات کے لیے اور بیس گھنٹے مخلوق خدا کی دادرسی، نماز و تلاوت قرآن میں صرف ہوتے ہوں۔ امور مملکت سرانجام دینے میں بسر ہونے ہوں۔ لازم ہے کہ وہ شخص حقیقت میں خوف خدا سے سرشار اور علم قرآن سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" حقیقت میں علماء کو ہی خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اوصاف سے کیوں کر متصف نہ ہوں۔ جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ "اللهم علمه الکتاب" گویا رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت ہمیں امیر معاویہ کے دور خلافت کے شب و روز بسر کرنے میں نظر آتی ہے۔ اور ان کا قرآن وسنت کے مطابق عدل وانصاف اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ جب ایک مرتبہ کسی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شکایت کے رنگ میں امیر معاویہ کے بارے میں کہا کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ "دع فانه فقیه" چھوڑو وہ قرآن وحدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ تو جس شخصیت کو امت کا بہت بڑا مجتہد "فقیہ" کہے۔ اس کی فقاہت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ گویا ان کی فقاہت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھی۔

ہم شیعہ حضرات سے انصاف کے نام پر اپیل کرتے ہیں۔ کہ جس مرد کامل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "علم کتاب" کی دعا مانگی۔ دنیا و آخرت کی "معافی" طلب کی۔ "کاتب وحی" ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جلیل القدر صحابی نے "فقیہ"

کا لقب عطا فرمایا۔ خود تمہارے مؤرخ نے اس کے چوبیس گھنٹے گزرنے کی جو تصویر کھینچی۔ ایسی شخصیت کے بارے میں لعن طعن کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ان عبارات کو غور سے اور بار بار پڑھو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شائد دل کے حجاب اٹھ جائیں۔ اور قبر و حشر کا معاملہ درست ہو جائے۔ اور اللہ اس کے رسول اور تمام مومنین کی لعنت سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

فصل دوم

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنی ہاشم سے نسبی تعلقات

رشتہ اوّل

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تیسرے دادا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

تاریخ بغداد و تاریخ یعقوبی:۔

وَمُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ صَخْرِ ابْنِ اُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسِ ابْنِ عَبْدِ مُنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابٍ يُكَنّٰى اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاُمُّهٗ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ۔ اَسْلَمَ وَهُوَ

اِبْنُ ثَمَانَ عَشَرَةَ سَنَةً ۔ وَ كَانَ يَقُوْلُ اَسْلَمْتُ عَامَ الْقَضِيَّةِ وَلَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُ عِنْدَهٗ اِسْلَامِيْ وَاسْتَكْتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

خلاصہ ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چوتھے دادا "عبد مناف" ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے دادا ہیں۔ ابو عبدالرحمٰن" امیر معاویہ کی کنیت تھی۔ ان کی والدہ "ہند بنت عتبہ" تھیں۔ امیر معاویہ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ اور خود کہا کرتے تھے۔ میں "عمرۃ القضاء" کے سال مسلمان ہوا جب اس موقعہ پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ تو بوقت ملاقات اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے "کاتب وحی" مقرر فرمایا۔

رشتہ دوم: امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے سالے ہیں

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ "ام حبیبہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد زوجیت میں تھیں۔ جس کی وجہ سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا "ام المومنین" ہوئیں۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "سالے" ہوگئے۔

تاریخ امہ:

"ام حبیبہ" ابوسفیان کی بیٹی "عبداللہ بن جحش" کی بیوی تھیں ۔ سنہ میں ان کا شوہر فوت ہوگیا۔ اس وقت یہ حبشہ میں تھیں۔ آنحضرت نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی معرفت نکاح کا پیغام بھیجا۔ اور سنہ

میں یہ مدینہ آکر آنحضرت کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ اور سنہ ۴۴ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ ائمہ ص ۱۵۰ الکتب خانہ شاہ نجف لاہور طبع جدید ذکر ام حبیبہ)

منتخب التواریخ:۔

اَلسَّابِعَۃُ رَمْلَۃُ الْمُکَنَّاۃُ بِاُمِّ حَبِیْبَۃَ بِنْتِ اَبِیْ سُفْیَانَ۔ وخواہر معاویہ است۔ وبعضے اسم اورا ہند گفتہ اند و اول زوجہ عبداللہ بن جحش بن رباب بود در سال ہفتم از ہجرت آں حضرت اورا تزویج فرمود ودر سال چہل و چہارم ہجری در مدینہ از دنیا رحلت فرمود۔

(منتخب التواریخ مصنفہ حاج محمد ہاشم خراسانی ص ۲۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتویں بیوی رملہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی کنیت ام حبیبہ بنت ابوسفیان تھی۔ امیر معاویہ کی ہمشیرہ تھیں بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام "ہند" تھا۔ ابتداء میں یہ عبداللہ بن جحش بن رباب کے عقد میں تھیں۔ سنہ ۷ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی۔ اور سنہ ۴۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔

ابن شہر آشوب:۔

وَاُمُّ حَبِیْبَۃَ بِنْتُ اَبِیْ سُفْیَانَ وَاسْمُھَا رَمْلَۃُ وَکَانَتْ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَحْشٍ فِیْ سَنَۃِ سِتٍّ وَبَقِیَتْ اِلٰی اِمَارَۃِ

مُعَاوِیَۃَ۔

(المناقب ابن شہر آشوب جلد اوّل صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ قم ایران)
باب ذکر سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فاقر بائہ
وخدامہ۔)

ترجمہ: ام حبیبہ بنت ابوسفیان جن کا نام "رملہ" ہے۔ ۶ ہجری تک عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں۔ اور امیر معاویہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

رشتہ سوم:۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی کے بیٹے کی بیوی تھی:۔

ابن ابی حدید:۔

وَ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَرْثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاُمُّہٗ ھِنْدُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حَرْبٍ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ۔

(ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۸ مطبوعہ بیروت
بڑا سائز چار جلدوں میں فی ذکر زوجات حسن)

ترجمہ: امام حسن رضی اللہ عنہ نے "عبداللہ بن حارث بن نوفل" جن کی والدہ کا نام "ہند بنت ابی سفیان" تھا کو امیر معاویہ کی طرف بھیجا۔

نوٹ:۔

اس سے معلوم ہوا کہ "عبداللہ بن حارث" کو امام حسن رضی اللہ عنہ

نے اپنا معتمد علیہ ہونے کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ شرائط صلح طے کریں۔

عبد المطلب

ابو طالب — علی المرتضیٰ

حرث — نوفل — حارث
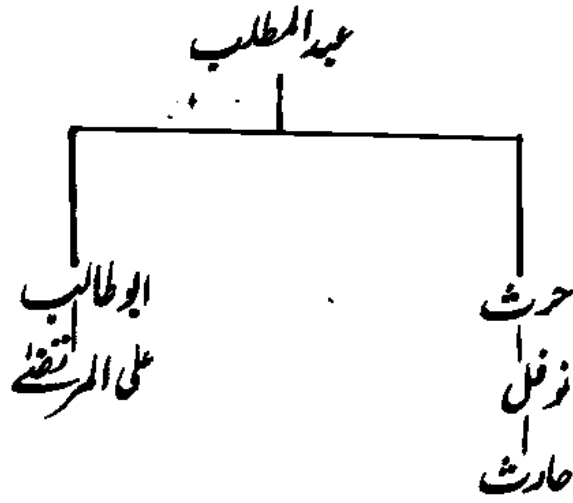
ابن سعد :-

هِنْدُ بِنْتُ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حَرْبِ بْنِ اُمَیَّةَ وَ اُمُّهَا صَفِیَّةُ بِنْتُ اَبِیْ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ تَزَوَّجَهَا الْحَارِثُ بْنُ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ فَوَلَدَتْ لَهٗ عَبْدَ اللّٰهِ وَ مُحَمَّدًا الْاَکْبَرَ

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۴۰ بیروت)

ترجمہ: ”ہند بنت ابی سفیان“ جن کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی عمرو تھا۔ ”حارث بن نوفل بن حارث“ سے ان کی شادی ہوئی۔ اور ان کے ہاں ”عبداللہ، محمد الاکبر“ پیدا ہوئے۔

رشتہ چہارم: امیر معاویہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "ہم زلف" تھے۔

کیونکہ ام المومنین "ام سلمہ" رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ "قریبہ صغریٰ" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اگرچہ اولاد ان سے نہیں ہوئی۔

کتاب المحبر:

مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ حَرْبِ بْنِ اُمَيَّةَ كَانَتْ عِنْدَهٗ قَرِيْبَةُ الصُّغْرٰى بِنْتُ اُمَيَّةَ بْنِ مُغِيْرَةَ اُخْتُ اُمِّ سَلَمَةَ لِاَبِيْهَا لَمْ تَلِدْ لَهٗ۔

(کتاب المحبر ص۱۰۲ حیدر آباد دکن)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں "قریبۃ الصغریٰ" تھیں۔ جو حضرت "ام سلمہ" رضی اللہ عنہا کی باپ جائی بہن تھیں۔ ان سے ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

رشتہ پنجم: امیر معاویہؓ کی حقیقی بھانجی امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔

تفصیل یہ ہے کہ "لیلیٰ بنت مرۃ" کی والدہ "میمونہ بنت ابی سفیان" تھیں۔ اور "میمونہ" مذکورہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں۔ اور "علی اکبر بن حسین" کی نانی تھیں۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بھانجی شہید کربلا شہزادہ علی اکبر" کی ماں ہوئیں۔

ابوسفیان

معاویہ — میمونہ

لیلیٰ — عقد ہوا — امام حسین
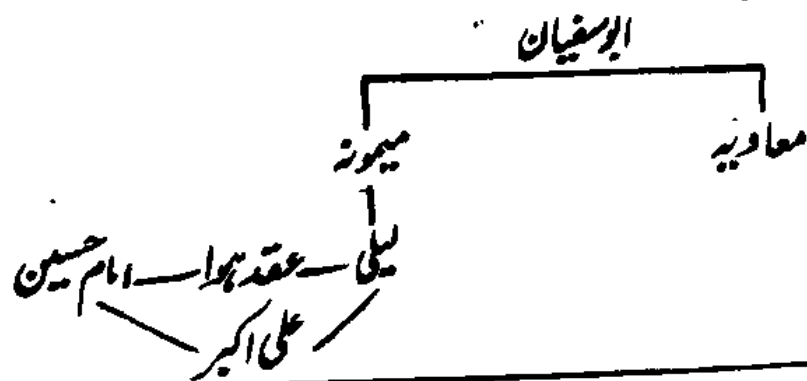
علی اکبر

مقاتل الطالبین:۔

وَعَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ وَھُوَعَلِیُّ الْاَکْبَرُ وَلَا عَقَبَ لَہٗ وَیُکَنّٰی اَبَا الْحَسَنِ وَاُمُّہٗ لَیْلٰی بِنْتُ مُرَّۃَ بْنِ عُرْوَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِیْ وَاُمُّھَا مَیْمُوْنَۃُ بِنْتُ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حَرْبٍ۔

(مقاتل الطالبین صنہ۸ بیروت، تذکرہ امام حسین ذکر علی بن الحسین)

ترجمہ: علی بن حسین جو "علی اکبر" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ابو الحسن کنیت تھی، اور ان کی والدہ لیلہ بنت مرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفی تھی۔ اور لیلی کی والدہ (علی اکبر کی نانی) میمونہ بنت ابو سفیان تھی۔

منتہی الامال:۔

دو دیگر از زوجات آنحضرت لیلیٰ بنت ابو مرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفیہ است۔ کہ مادرش میمونہ بنت ابو سفیان بودہ واو والدۂ ماجدہ جناب علی اکبر است۔

(منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول ص۵۴۱ مطبوعہ تہران، در بیان زوجات مطہرات حضرت سید الشہداء)

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری ازواج میں سے "لیلیٰ بنت ابو مرۃ بن عروہ ثقفیہ" تھیں۔ ان کی والدہ "میمونہ بنت ابو سفیان" ہے۔ اور وہ (لیلیٰ) جناب علی اکبر کی والدہ ہیں۔

منتخب التواریخ:۔

اَلسَّابِعَۃُ اُمُّ السَّعِیْدِ بِنْتُ عُرْوَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ ثَقَفِیْ عَمَّۃُ

جَنَابِ لَیْلٰی بِنْتِ اَبِیْ مُرَّۃَ بْنِ عُرْوَۃَ بْنِ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِیْ۔
(منتخب التواریخ مصنفہ محمد ہاشم خراسانی ص۱۲۲ در زوجات علی المرتضیٰ، باب سوم فصل چہارم مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساتویں بیوی "ام سعید بنت عروہ ثقفیہ" تھیں۔ یہ "لیلیٰ بنت ابو مرۃ بن عروۃ ثقفی" کی پھوپھی تھیں۔ وہ (لیلیٰ بنت مرۃ) امام عالی مقام جناب حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔

خلاصہ:

یہ ہے۔ کہ "لیلیٰ بنت ابو مرۃ" حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اور "ابو سفیان" کی نواسی، اسی طرح یہ امیر معاویہ کی "حقیقی بھانجی" بھی تھیں۔ گویا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت سے دو رشتے تھے۔

۱۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بھانجی (لیلیٰ بنت ابو مرۃ) امام حسین کی زوجہ تھیں۔

۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی (ام سعید بنت عروۃ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیوی تھیں۔

رشتہ ششم: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پوتی سے عقد ہوا۔

کتاب نسب قریش:

وَتَزَوَّجَتْ لُبَابَةُ بِنْتُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْعَبَّاسَ ابْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا الْوَلِيْدُ بْنُ

عُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ۔

(کتاب نسب قریش ص۱۳۳)

(حواشی عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص۴۲۳)

ترجمہ:"لبابہ بنت عبید اللہ بن عباس" نے "عباس بن علی" سے شادی کی۔ اس کے بعد دوسری شادی "لبابہ بنت عبید اللہ" نے "ولید بن عتبہ بن ابوسفیان" سے کی۔

خلاصہ:۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے نے "عباس بن عبد المطلب" کی پوتی سے شادی کی۔

رشتہ ہفتم:۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کا حضرت جعفر طیار کی پوتی سے عقد ہوا۔

کتاب المحبر:۔

وَتَزَوَّجَتْ رَمْلَةُ بِنْتُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سُلَیْمَانَ بْنَ هِشَامِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ ثُمَّ اَبَا الْقَاسِمِ بْنَ وَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ۔

(کتاب المحبر ص۴۴۹)

ترجمہ: "رملہ بنت محمد بن جعفر" کی شادی "سلیمان بن ہشام بن عبد الملک" سے ہوئی۔ اس کے بعد ان کی شادی "ابوالقاسم بن ولید بن عتبہ" سے ہوئی۔

خلاصہ:-

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے "ابو القاسم" نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی حقیقی پوتی "رملہ بنت محمد" سے شادی کی۔

رشتہ ہشتم:- نفیسہ بنت زید بن حسن ابن علی بن ابی طالب کا عقد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے سے ہوا:-

عمدۃ المطالب:- وَكَانَ لِزَيْدٍ اِبْنَةٌ اِسْمُهَا نَفِيْسَةُ خَرَجَتْ اِلَى الْوَلِيْدِ اِبْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَمَاتَتْ بِمِصْرٍ وَلَهَا هُنَاكَ قَبْرٌ يُزَارُ وَهِيَ الَّتِيْ تُسَمِّيْهَا اَهْلُ مِصْرٍ (اَلسِّتُّ نَفِيْسَةُ) وَيُعَظِّمُوْنَ شَانَهَا وَيُقْسِمُوْنَ بِهَا وَقَدْ قِيْلَ اِنَّمَا خَرَجَتْ اِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَ اِنَّهَا مَاتَتْ حَامِلاً مِنْهُ وَ الْاَصَحُّ الْاَوَّلُ وَكَانَ زَيْدٌ يَفِدُ عَلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَيُقْعِدُهُ عَلَى سَرِيْرِهٖ وَيُكْرِمُهُ لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ وَوَهَبَ لَهُ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ دِيْنَارٍ دِفْعَةً وَّاحِدَةً۔

(عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۷۰، المقصد الاول عقب زید بن الحسن مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ: زید بن حسن کی ایک صاحبزادی نفیسہ نامی تھیں جن کا نکاح ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوا۔ اُن سے ولید کی اولاد ہوئی اور ان کا انتقال مصر میں ہوا۔ وہیں ان کی قبر ہے جو زیارت گاہ خاص و عام

ہے۔ اور وہ وہی ہیں جن کو اہل مصر الستِ نفیسہ کا نام دیتے ہیں۔ اور ان کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ان کی قسمیں کھاتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا نکاح عبد الملک بن مروان سے ہوا اور انہیں سے وہ حاملہ ہونے کی صورت میں فوت ہوئیں لیکن صحیح روایت پہلی ہی ہے۔ زید بن حسن، ولید بن عبد الملک کے پاس آئے۔ انہیں اپنی چارپائی پر بٹھاتے اور اپنے [illegible] ان کے گھر ہونے کی وجہ سے ان کی تکریم کرتے اور ایک ہی دفعہ میں انہیں تیس ۳۰ ہزار دینار عطا کیے۔

فصل سوم

امام حسین کی عظمت اور تکریم کے لیے امیر معاویہ رض کی یزید کو وصیت

مقتل:۔

بروایت کلینی ابی مخنف شیعی نے اپنے "مقتل" میں لکھا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو یزید اس وقت "حمص" میں تھا۔ حضرت معاویہ نے اس کے لیے "وصیت نامہ" لکھا جس میں لکھا تھا "مجھے تیرے بارے میں چار آدمیوں سے خطرہ ہے۔ کہ میرے مرنے کے بعد وہ شائد تیری بیعت نہ کریں۔

۱۔ عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما۔ ان کے بیعت نہ کرنے سے تمہیں نہ کوئی نقصان اور نہ کوئی نفع ہوگا۔

۲۔ عبداللہ بن عمر۔ یہ شخص قرآن میں مگن ہے۔ اور نماز کا رسیا ہے۔ اسے دنیا سے کوئی رغبت نہیں۔ بلکہ وہ آخرت کا متمنی ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں امر خلافت میں وہ کوئی تنازع نہیں کرے گا۔

۳۔ عبداللہ بن زبیر۔ یہ چالاک شخص ہے۔ اور تمہارے ساتھ لومڑی کی سی چال چلے گا۔ اور شیر کی طرح حملہ آور ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ لڑے۔ تو تم بھی اس سے لڑنا۔ اور اگر تمہیں نہ چھیڑے، تو تم بھی اُسے نہ چھیڑنا۔ اگر کوئی بات کہے۔ تو بطور مشورہ وہ بات قبول کر لینا۔

۴۔ امام حسین بن علی۔ ان کو لوگ ضرور بلائیں گے۔ اور وہ تجھ پر خروج کریں گے۔

"فَاِنْ ظَفَرْتَ بِهٖ فَاحْفَظْ قَرَابَتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ اَنَّ اَبَاهُ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْكَ وَجَدَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ جَدِّكَ وَ اُمَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ اُمِّكَ."

(مقتل ابی مخنف ص۸ مطبوعہ نجف اشرف) در مقدمہ

ترجمہ: اگر تجھے ان پر کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کا پاس رکھنا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کا باپ تیرے باپ سے اس کا نانا تیرے نانے سے اور اس کی والدہ تیری والدہ سے کہیں بہتر ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو لاکھوں روپیہ نذرانہ بھیجا کرتے

مقتل:-

وَكَانَ يَبْعَثُ اِلَيْهِ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ اَلْفَ اَلْفِ دِيْنَارٍ سِوَى الْهَدَايَا مِنْ كُلِّ صِنْفٍ ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۷ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہر سال ایک لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔ یہ رقم ان ہدایا کے علاوہ تھی جو امیر معاویہ ہر قسم کی اشیاء میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نذرانہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ قرض بھی ادا کرتے اور گھر کا خرچہ بھی اس سے کرتے:-

جلاء العیون:-

قطب راوندی از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزی حضرت امام حسن علیہ السلام بحضرت حسین و عبداللہ بن جعفر فرمود۔ کہ جائزہ ہائے معاویہ در روز اول ماہ بشما خواہد رسید چوں روز اول ماہ شد۔ چنانچہ حضرت فرمودہ بود ۔ اموال معاویہ رسید۔ جناب امام حسن علیہ السلام قرض بسیاری داشت۔ ازآنچہ

او فرستادہ بود۔ براے آنحضرت قرضہائے خود را ادا کرد و باقی را میان اہل بیت و شیعیان خود قسمت کرد جناب امام حسین علیہ السلام قرض خود را ادا کرد۔ آنچہ ماند۔ بسہ قسمت کرد۔ یک حصہ را باہلبیت و شیعیان خود داد و دو حصہ را برائے عیال خود فرستاد عبداللہ بن جعفر قرض خود را ادا کرد باقی را برائے خوش آمد معاویہ برسول او داد چوں ایں خبر بمعاویہ رسید۔ برائے او مال بسیار فرستاد۔

(جلاء العیون جلد اول ص۲۷۶ مطبوعہ تہران زندگانی امام مجتبیٰ علیہ السلام)

ترجمہ: حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ سے قطب راوندی روایت کرتا ہے۔ کہ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہمارا خرچہ مہینہ کی پہلی تاریخ کو پہنچ جائے گا۔ جب پہلی تاریخ آئی۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق خرچہ آگیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کافی مقروض تھے۔ تو اس خرچہ میں سے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے بھیجا۔ آپ نے قرضہ ادا کیا۔ اور باقی اپنے اہل و عیال اور دوستوں میں تقسیم فرمایا۔ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خرچے میں سے اپنا قرض ادا کیا۔ اور بقیہ مال کے تین حصہ کیے۔ ایک حصہ اہلبیت اور دوستوں کو دیا۔ باقی دونوں حصے اپنے گھر والوں کو بھیجے۔ اسی طرح عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے حصہ سے اپنا قرض ادا کیا۔ جو بچا۔ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایلچی کو بطور انعام دے دیا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کو یہ خبر پہنچی۔ تو انہوں نے خرچہ میں اضافہ کر دیا۔ اور بہت زیادہ مال بھیجا۔

تنبیہ:۔

مذکورہ روایات ثلثہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کچھ خرچہ امام حسن، حسین اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم کو بھیجتے تھے۔ یہ حضرات بخوشی اُسے قبول فرماتے۔ اور اپنے اہل وعیال و دوستوں میں تقسیم کرتے۔ اور قرضہ جات پورے کرتے تھے۔ تو ان حضرات کا اس طرح اسے شرفِ قبولیت عطا فرمانا دراصل اس خرچہ کے حلال وطیب ہونے کی دلیل ہے۔ اور امیر معاویہ کی طرف سے قبول کر لینا بلکہ اس کی پیشگی اطلاع دے دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومن اور مخلص تصور کرتے تھے۔

بالفرض اگر شیعہ لوگوں کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر اور مرتد تھے۔ تو ان کا بھیجا ہوا خرچہ تم کس طرح حلال وطیب سمجھو گے۔ اور ان حضرات کے ایک ایسے شخص سے خرچہ قبول کرنے کی کیا توجیہ پیش کرو گے؟ کیا تمہارا اس قسم کا فتویٰ صرف امیر معاویہ تک چلے گا۔ امام حسن، حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم بھی تو اس کی زد میں آئیں گے؟ غور کرو۔ اور ہوش کرو۔

امیر معاویہ حضرت علی کے فضائل سُنا کرتے اور پھر رویا کرتے:۔

حلیۃ الابرار:۔

قَالَ دَخَلَ ضَرَارُ ابْنُ ضُمْرَةَ النَّهْشَلِي عَلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ سُفْيَانَ فَقَالَ لَهٗ صِفْ لِيْ عَلِيًّا قَالَ اَوَ تَعْفُنِيْ فَقَالَ

لَا بَلْ صِفْهُ لِیْ فَقَالَ ضَرَارُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِیًّا كَانَ وَاللّٰهِ
فِیْنَا كَاَحَدِنَا یُدْنِیْنَا اِذَا اَتَیْنَاهُ وَیُجِیْبُنَا اِذَا
سَاَلْنَاهُ یُقَرِّبُنَا اِذَا زُرْنَاهُ لَا یُغْلَقُ دُوْنَنَا بَابٌ وَلَا
یَحْجُبُنَا عَنْهُ حَاجِبٌ وَنَحْنُ وَاللّٰهِ مَعَ تَقْرِیْبِهٖ لَنَا
وَقُرْبِهٖ مِنَّا لَا نُكَلِّمُهٗ لِهَیْبَتِهٖ وَلَا نَبْتَدِیْهٖ لِعَظَمَتِهٖ
فَاِذَا تَبَسَّمَ فَعَنْ مِثْلِ اللُّؤْلُؤِ الْمَنْظُوْمِ فَقَالَ مُعَاوِیَةُ
زِدْنِیْ مِنْ صِفَتِهٖ فَقَالَ ضَرَارُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِیًّا
كَانَ وَاللّٰهِ طَوِیْلَ السُّهَادِ قَلِیْلَ الرُّقَادِ یَتْلُوْا كِتَابَ
اللّٰهِ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ وَیَجُوْدُ لِلّٰهِ
بِمُهْجَتِهٖ وَیَبُوْءُ اِلَیْهِ بِعَبْرَتِهٖ لَا تُغْلَقُ لَهُ السُّتُوْرُ
وَلَا یُدَّخَرُ عَنَّا الْبُدُوْرُ وَلَا یَسْتَلِیْنُ الْاِتِّكَاءَ
وَلَا یَسْتَخْشِنُ الْجَفَاءَ وَلَوْ رَاَیْتَهٗ اِذْ مَثَلَ فِیْ مِحْرَابِهٖ
وَقَدْ اَرْخَی اللَّیْلُ سُدُوْلَهٗ وَغَارَتْ نُجُوْمُهٗ
وَهُوَ قَابِضٌ عَلٰی لِحْیَتِهٖ یَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِیْمِ
وَیَبْكِیْ بُكَاءَ الْحَزِیْنِ وَهُوَ یَقُوْلُ یَا دُنْیَا اِلَیَّ تَعَرَّضْتِ
اَمْ اِلَیَّ تَشَوَّقْتِ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْكِ
اَبَنْتُكِ ثَلَاثًا لَا رَجْعَةَ لِیْ عَلَیْكِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَاهٍ
وَاهٍ لِبُعْدِ السَّفَرِ وَقِلَّةِ الزَّادِ وَخُشُوْنَةِ الطَّرِیْقِ
قَالَ فَبَكٰی مُعَاوِیَةُ وَقَالَ حَسْبُكَ یَا
ضَرَارُ كَذٰلِكَ كَانَ وَاللّٰهِ عَلِیٌّ رَحِمَ اللّٰهُ
اَبَا الْحَسَنِ۔

(۱) حلیۃ الابرار جلد اول ص۳۲۹
باب الخامس والعشرون مطبوعہ قم
طبع جدید)
(۲) الامالی والمجالس شیخ الصدوق ص۱۲۷ المجلس الحادی
والتسعون مطبوعہ قم)

ترجمہ: ضرار ابن ضمرہ نہشلی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ ضرار کہنے لگا۔ اس مسئلہ میں مجھے معاف کیجیے۔ آپ نے فرمایا نہیں کچھ نہ کچھ ضرور بیان کرو۔ تو ضرار بولا۔ اللہ حضرت علی پر رحم فرمائے۔ وہ ہم میں اس طرح رہے۔ گویا ہمارے جیسے ہی ایک انسان ہیں۔ کبھی تکبر نہ کیا۔ ہم ان کے پاس جاتے۔ تو ہمیں قریب بُلا لیتے۔ اور اگر سوال کرتے فوراً پورا فرما دیتے۔ ہم جب بھی انہیں ملنے گئے۔ ہمیں فوراً اپنے پاس بُلا لیا ہمارے لیے کبھی دروازہ بند نہ کیا۔ اور نہ کسی نے ہمیں ان کے پاس جانے سے روکا۔ باوجود اس کے کہ ہمیں اپنے قریب جگہ دیتے ہمیں ان کی ہیبت گفتگو میں پہل نہ کرنے دیتی۔ آپ مسکراتے تو ایسا لگتا جیسے موتی جڑے ہوں۔ آتنا سُن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ضرار اور کچھ بیان کرو۔ تو ضرار بولا۔ اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرمائے۔ آپ بہت شب بیدار اور کم خواب تھے۔ رات میں کئی پہر اور دن میں کئی اوقات قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ پسندیدہ اشیاء راہ خدا میں خرچ کرتے۔ اللہ کے حضور آنسو لیے حاضر ہوتے۔ نہ ان کی خاطر پردے ڈالے گئے۔ اور نہ ہی کھانے کے بڑے

طباق سجائے گئے۔گاؤ تکیہ کو نہ کبھی نرم بچھا۔ اور نہ موٹے کپڑوں کو کھردرا جانا آپ انہیں محراب میں بیٹھ خدا حافظ دیکھتے۔ جب کہ رات چھا گئی ہوتی۔ اور ستارے ڈوب رہے ہوتے۔ آپ داڑھی پکڑے مار گزیدہ کی طرح پریشان اور بے قرار پہلو بدلتے، روتے اور کہتے۔ یہ دنیا میرے پیچھے پڑی ہے۔ مجھے چاہتی ہے۔ دُور ہو جا۔ دُور ہو جا۔ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ جن کے بعد کبھی تجھ سے رجوع نہ ہوگا۔ پھر فرماتے۔ ہائے افسوس! سفر لمبا ہے۔ توشہ سفر بہت تھوڑا ہے۔ اور راستہ بہت خطرناک ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اور فرمایا۔ ضرار بس کرو۔ اللہ کی قسم ابوالحسن علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام نبی پاک علیہ السلام اور حضرت علیؓ کے نزدیک

از غوث وقت قبلہ عالم سندی و مرشدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب
سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

ایک دن بندہ مصنف حضرت کیلیانوالہ شریف میں حاضر تھا۔ رات گئے تک صرف چند علماء کرام حضرت قبلہ صاحب کے پاس حاضر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک عالم صاحب کہنے لگے۔ کہ سادات میں سے عوام تو کیا بعض پیران عظام بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ لوگ شانِ امیر معاویہ کتب سے

بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں۔ لیکن میں اپنی آپ بیتی اور خود پر وارد ہوئی
بات بتلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک دن دس بجے دن ایک آدمی سے میں نے دوران
گفتگو کہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا۔ اس میں انہوں
نے بڑی زیادتی کی۔ اتنا کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا۔ کہ امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کی شان میں میں نے غلط الفاظ کہے ہیں۔ اور معًا اس کے ساتھ میرا روحانی فیض
بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزرا۔ جب رات پڑی اور میں سو گیا۔ خواب میں پرانی
بیٹھک شریف دیکھی۔ قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب خلیفہ مجاز
حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی اسی بیٹھک شریف
میں روحانی سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ اچانک خواب میں ہی کسی نے
بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کو دھکا دے کر کھولا۔ تو اچانک حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور
ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تینوں حضرات اس طرح کھڑے
تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ "جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس
میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟" آپ نے یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ میں نے
معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ
کے چھ ماہ بعد تک نہ تو حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور نہ ہی
قبلہ والدی و مرشدی سرکار حضرت کیلیانوالہ شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور ہر قسم
کا روحانی فیض بند رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور فیض
کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مذکورہ واقعہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ محبت علی کا دعوے دار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ناراض کر کے کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راضی نہیں کر سکتا۔

۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والا دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہنے والا ہے۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑے میں امیر معاویہ کو موردِ الزام ٹھہرانے پر روحانی فیض بند ہو جاتا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

۴۔ مذکورہ واقعات سے ان سید زادوں پیروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو اہل سنت وجماعت کے مقتدر کہلانے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں۔ ایسوں کو روحانی فیض کب مل سکتا ہے۔

۵۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہم جو اختلافات ہوئے۔ اور جھگڑوں تک نوبت پہنچی۔ ان کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیے۔ اور مشجراتِ صحابہ کو مسئلہ تقدیر سمجھ کر کریدنا نہیں چاہیے۔ ورنہ آخرت کی بربادی کا خطرہ ہے۔

واقعہ نمبر (۲) :- امیر معاویہؓ کی علی مرتضیٰ سے حسن عقیدت

حلیۃ الابرار میں مذکور ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار سے کہا کہ تم مجھے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کمالات کا کچھ تذکرہ سناؤ۔ جب ضرار نے سنانا شروع کیا تو اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو اثر ہوا اس کو صاحب حلیۃ الابرار یوں نقل کرتا ہے۔

حلیۃ الابرار :-

قَالَ فَذَرَفَتْ دُمُوعُ مُعَاوِيَةَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا يَمْلِكُهَا وَهُوَ يَنْشِفُهَا بِكُمِّهٖ وَقَدِ اخْتَنَقَ الْقَوْمُ بِالْبُكَآءِ ثُمَّ قَالَ مُعَاوِيَةُ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا الْحَسَنِ كَانَ وَاللّٰهِ كَذٰلِكَ۔

(حلیۃ الابرار مصنفہ سید ہاشم بحرانی جلد اول ص ۳۴۵

الباب الخامس والعشرون فی زھدہ فی الدنیا

مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ : راوی نے بیان کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر سنا تو بے اختیار آنسو آپ کی داڑھی مبارک پر ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ آپ انہیں اپنی آستین کے ساتھ پونچھنے لگے۔ اور سننے والوں کے گلے روتے روتے بند ہو گئے۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ضرار سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے ضرار! قسم بخدا جیسا تو نے بیان کیا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہی کمالات و صفات کے جامع تھے۔

(مدحت شیر خدا میں اشعار معاویہ)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو اس کا یہ مضمون تھا۔ (ناسخ التواریخ)

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ وَصَلَ كِتَابُكَ وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ فِيهِ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِمَا حَدَثَ فَلَمْ أَفْرَحْ وَلَمْ أَحْزَنْ وَلَمْ أَشْمَتْ وَلَمْ آسَ وَأَنَّ عَلِيًّا أَبَاكَ لَكَمَا قَالَ أَعْشَى بَنِي قَيْسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ

فَأَنْتَ الْجَوَادُ وَأَنْتَ الَّذِي ۔۔۔ إِذَا مَا الْقُلُوبُ مَلَأْنَ الصُّدُورَا

جَدِيرٌ بِطَعْنَةِ يَوْمِ اللِّقَاءِ ۔۔۔ تَضْرِبُ مِنْهَا النِّسَاءُ النُّحُورَا

وَمَا مُزْبِدٌ مِنْ خَلِيجِ الْبِحَارِ ۔۔۔ يَعْلُو الْإِكَامَ وَيَعْلُو الْجُسُورَا

بِأَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا عِنْدَهُ ۔۔۔ فَيُعْطِي الْأُلُوفَ وَيُعْطِي الْبُدُورَا

(ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ جلد اول ص۱۸۸)

ترجمہ:۔ اما بعد۔ مجھے (معاویہ کو) آپ کی (امام حسن کی) چٹھی ملی ہے اور جو کچھ آپ نے اس میں ذکر کیا وہ میں نے سمجھا ہے۔ اور جو واقعات ظہور پذیر ہوئے وہ میرے علم میں آئے ہیں جن پر نہ خوش ہوں نہ غم زدہ نہ شماتت کرتا ہوں نہ برائی۔ جب کہ آپ کے والد ماجد حضرت علی کی عظمت شاعر اعشیٰ کے ان اشعار کے مطابق ہے کہ

تم سخی جوان ہو تم وہ ہو کہ جو سینوں کو دلوں سے بھر دینے والے ایام جنگ میں نیزہ بازی کرتا ہے تو اس سے عورتیں اپنے سینے کو ٹے

یتی ہیں دکیوں کہ ان کے جوان ہلاک ہو چکے ہوتے ہیں) اور پورے جزیرہ
عرب میں کوئی بھی ایسا بہادر جو ٹیلوں اور پلوں پہ جا چڑھے تم سے زیادہ
سخی نہیں ہو سکتا کیونکہ تم اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہو ہزاروں دراہم دے
دینا اور بہترین کھانے عنانت کر دینا تمہارا کام ہے۔

یہ تھے وہ اشعار اور ان کا مفہوم جو امیر معاویہ نے شان علیؓ میں نذرانہ کیا شیعو!
بتلاؤ کیا یہ حسن عقیدت کی جھلک ہے یا بغض و عداوت کا اظہار۔ خدا تمہیں عقل دے۔

فصل چہارم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نظر میں

حضرت علی نے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیو پر لعنت اور تبرا بازی سے منع فرمایا

نہج البلاغہ:

وَقَدْ سَمِعَ قَوْمًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَسُبُّوْنَ اَهْلَ الشَّامِ اَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِفِّيْنَ اِنِّيْ اَكْرَهُ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا سَبَّابِيْنَ وَلٰكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ اَعْمَالَهُمْ وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ اَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ وَاَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ اِيَّاهُمْ اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَنَا وَدِمَاءَهُمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهٗ وَيَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهٖ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

ترجمہ: جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے چند آدمیوں سے شامیوں کے بارے میں گالی سُنی۔ تو فرمایا میں تمہیں گالی دینے والا سُن کر بہت خفا ہوتا ہوں۔ کیا بہتر ہوتا کہ تم گالی کی بجائے ان کے اچھے کام اور اُن کی خوبی حالت بیان کرتے۔ اور تم گالی کی جگہ ان کے لیے یہ کلمات کہتے۔ اے اللہ! ہمارے اور ان کے خون کو گرنے سے بچا۔ اور ہمارے درمیان صلح وصفائی پیدا فرما دے۔ اور انہیں گمراہی سے ہدایت عطا فرما۔ یہاں تک کہ حق کو اس سے ناواقف جان لے۔ اور جھگڑالو شخص جھگڑے اور باہمی نزاع سے باز رہ جائے۔

الاخبار الطوال:۔

قَالُوْا وَبَلَغَ عَلِيًّا اَنَّ حُجْرَ بْنَ عَدِيٍّ وَ عَمْرَو بْنَ الْحَمِقِ يُظْهِرَانِ شَتْمَ مُعَاوِيَةَ وَلَعْنَ اَهْلِ الشَّامِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمَا اَنْ كُفَّا عَمَّا يَبْلُغُنِيْ عَنْكُمَا فَاَتَيَاهُ فَقَالَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى وَرَبِّ الْكَعْبَةِ الْمُسَدَّنَةِ قَالُوْا فَلِمَ تَمْنَعُنَا مِنْ شَتْمِهِمْ وَلَعْنِهِمْ قَالَ كَرِهْتُ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا شَتَّامِيْنَ لَعَّانِيْنَ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَنَا وَدِمَاءَهُمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ وَاهْدِهِمْ مِّنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهٗ وَيَرْعَوِيَ

عَنِ الْغَيِّ مَنْ لَهِجَ بِهٖ ۔

(الاخبار الطوال ص۱۶۵ مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری مطبوعہ بیروت (ذکر واقعہ صفین)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جنگ صفین میں خبر ہوئی۔ کہ حجر بن عدی اور عمرو بن حمق دونوں حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور شامیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ تو آپ نے ان کو کہلا بھیجا۔ کہ جو کچھ تمہارے بارے میں مجھے خبر ملی ہے۔ اس سے باز رہو۔ دونوں حاضر خدمت ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ اے امیر المومنین! ہم حق پر نہیں؟ اور وہ باطل پر نہیں؟ حضرت نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔ تو انہوں نے عرض کی۔ پھر آپ ہمیں گالی گلوچ اور لعن طعن سے کیوں روکتے ہیں؟ فرمایا میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ کہ تم دونوں گالی دینے والے اور لعنت کرنے والے ہو جاؤ۔ لیکن اگر کچھ کہنا چاہتے ہو۔ تو یوں کہو۔ اے اللہ! ہمارے اور ان کے خون کو محفوظ فرما۔ اور ہم میں صلح پیدا فرما۔ اور انہیں غلط راہ سے ہدایت عطا فرما۔ حتیٰ کہ انجان حق کو پہچان جائے۔ اور جھگڑالو جھگڑے سے رک جائے۔

امیر معاویہ اور آپ کے رفقاء میں حضرت علی کے نزدیک ایمان کے پورے شرائط پائے جاتے تھے:۔

نہج البلاغہ:۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهٗ إِلٰى أَهْلِ الْأَمْصَارِ

يَقُصُّ فِيْهِ مَا جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَهْلِ صِفِّيْنَ وَكَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاۗءٌ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۵۸ ص ۸۴۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اکثر شہروں کے معززین کو حضرت (علی رضی اللہ عنہ) نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں ماجرائے جنگ صفین کا بیان ہے۔ ہماری اس ملاقات (لڑائی) کی ابتداء جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی۔ کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوتِ اسلام ایک ہے (جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی) ہم خدا پر ایمان لانے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل اور زیادتی کے طلب گار ہیں۔ ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خونِ عثمان (رضی اللہ عنہ) میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔

امالی طوسی:۔

شیخ ابو جعفر طوسی" نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایا کو جمع کیا۔ جو آپ نے اپنے دوستوں کے لیے لکھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔

وَاُوْصِيْكُمْ بِالصَّلٰوةِ۔ وَالزَّكٰوةِ۔ وَالْجِهَادِ ---- وَ

اُوْصِيْكُمْ بِاَصْحَابِ نَبِيِّكُمْ لَا تَسُبُّوْهُمْ الخ

(الامالی للشیخ طوسی ص ۱۳۶ جلد دوم مطبوعہ نجف اشرف)

الجزء الثامن عشر

ترجمہ: میں تمہیں نماز، زکوٰۃ اور جہاد کی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی مت نکالنا۔

کشف الغمہ:۔

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذْ صَعِدَ اِلَيْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهٗ اِلَيْهِ وَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلَّهٗ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَظِيْمَتَيْنِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۵۴۶ مطبوعہ تبریز)

تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ فی علمہ

ترجمہ: ابی بکرہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران یکایک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے۔ تو آپ نے انہیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے" اور اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔ کہ کوئی شخص شامیوں کو محض اس لیے بُرا بھلا کہے۔ کہ وہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر کے مقابل تھے۔

۲۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے سنا۔ تو فرمایا مجھے یہ ہرگز پسند نہیں۔ کہ میں تمہیں سب و شتم اور لعن طعن کرنے والا دیکھوں تمہیں سوئے ظن سے کام نہیں لینا چاہیے۔

۳۔ جو لوگ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کرنے پر اُتر آتے ہیں۔ اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس جنگ کی وجوہات خود حضرت علی نے بیان فرما دیں۔ جب دونوں فریق ایک خدا ایک رسول ایک دین کی دعوت پر متفق ہیں۔ تو گالی گلوچ کس لیے۔

۴۔ آپ نے وضاحت فرما دی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے میں لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارا ہاتھ تھا۔ یہ غلط ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے۔ کہ جب حضرت عثمان کے قتل کے لیے ان کا محاصرہ کیا گیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں لخت جگر حضرت حسنین کریمین کو ان کے دروازہ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ اور شہادت کے بعد ان دونوں کے منہ پر حضرت علی نے غفلت برتنے پر طمانچے بھی مارے۔ خود شیعہ مجتہد "مروج الذہب" میں لکھتا ہے۔

مروج الذہب:

" وَدَخَلَ عَلِیٌّ اِلَی الدَّارِ وَهُوَ كَالْوَالِهِ الْحَزِيْنِ وَقَالَ

لِابْنَيْهِ كَيْفَ قُتِلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ ؟ وَ لَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ وَ شَتَمَ مُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ وَ لَعَنَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ "

(مروج الذہب جلد دوم ص ۳۴۵ ذکر ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی ان کے گھر غم زدہ داخل ہوئے اور اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا تم دونوں دروازے پر تھے تو ایسے میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے ہے۔ اس کے بعد امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اور امام حسین کے سینہ پر مکا رسید کیا۔ محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا اور عبداللہ بن الزبیر کو لعن طعن کیا۔

۵ ۔ آپ نے اپنے محبین کو بھی یہ وصیت فرمائی کہ احکام الہیہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ کسی صحابی رسول کو دشنام نہ دینا۔

۶ ۔ جن دو مسلم جماعتوں کے درمیان امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کرائی۔ وہ دونوں لشکر امیر معاویہ اور امام حسن کے تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کو مسلمان فرمایا۔ اس لیے گروہ امیر معاویہ بھی مسلمان تھے۔ جیسا کہ گروہ حسن رضی اللہ عنہ مسلمان تھے۔ جب نگاہ نبوت اور ارشاد پیغمبر سے ثابت ہو گیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بمعہ احباب مسلمان تھے۔ تو ان پر لعنت بھیجنا دراصل اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔ اور خود لعنتی بننا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فصل پنجم

امیر معاویہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ کی حقیقت

سنہ ۴۰ھ میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں وصال فرمایا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے امام حسن کو جانشین مقرر کیا۔ اس وقت علاقہ شام اور مصر وغیرہ میں امیر معاویہ کی پوزیشن نہایت مستحکم تھی اور وہ علی مرتضیٰ کے دور سے ہی آزادانہ حکومت کر رہے تھے اور جس طرح سے آپ داد انصاف دیتے اور رعایا کے حقوق کا خیال رکھتے تھے اسے آپ گذشتہ صفحات میں شیعوں کی کتب سے تفصیلاً ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

شیعہ کتب ہی بیان کرتی ہیں کہ جب امام حسن نے اپنے والد کی جانشینی سنبھالی۔ تو امیر معاویہ نے چند آدمی اس غرض سے کوفہ بھیجے کہ وہ حالات کا جائزہ لیں جنہیں امام حسن نے پکڑ کر قتل کر دیا اسی طرح گورنر بصرہ عبداللہ بن عباس کو بھی یہی حکم دیا کہ ایسا جو شخص ملے قتل کر دو چنانچہ انہوں نے بھی بصرہ میں آئے ہوئے امیر معاویہ کے شخص کو تلوار کا لقمہ بنا دیا۔ دیکھئے ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن جلد اول ص۱۸۷ اور ص۱۸۸

اور امام حسن کو اہل کوفہ مسلسل اصرار کے ساتھ کہہ رہے تھے جلدی کرو اور کوئی مہلت دیئے بغیر شام پر چڑھائی کر دو تاکہ امیر معاویہ کی حکومت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے۔ مگر آپ اس چیز کو پسند نہیں کرتے تھے۔

دیکھئے ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ ص۱۹۴۔ اس دوران امام حسن اور امیر معاویہ دونوں ایک دوسرے سے مراسلت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اپنے حق میں حکومت سے دست بردار ہونے کی ترغیب دیتے رہے ادھر امام حسن کے ناچاہتے ہوئے بھی آپ کے شیعوں نے آپ کو جنگ پر مجبور کر دیا اور آپ تیاری کر کے نکلے اور نکلنے سے پہلے آپ نے کوفہ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ ناسخ التواریخ میں مرزا تقی شیعہ نے باایں الفاظ لکھا ہے۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْجِهَادَ عَلٰى خَلْقِهٖ........

....فَلَسْتُمْ اَيُّهَا النَّاسُ نَائِلِيْنَ مَا تُحِبُّوْنَ اِلَّا بِالصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُوْنَ بَلَغَنِيْ اَنَّ مُعَاوِيَةَ بَلَغَهٗ اَنَّا كُنَّا اَزْمَعْنَا عَلَى الْمَصِيْرِ اِلَيْهِ فَتَحَرَّكَ لِذٰلِكَ اُخْرُجُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ۔

ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن رضی اللہ عنہ
جلد اول ص۲۰۱

ترجمہ۔ اما بعد۔ بے شک اللہ نے اپنی مخلوق پر جہاد فرض کیا ہے۔ لہٰذا اے لوگو تم اپنا مقصد صبر کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے، مجھے پتہ چلا ہے کہ معاویہ کو خبر ہو گئی ہے کہ ہم نے اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا ہے چنانچہ وہ بھی حرکت میں آچکے ہیں۔ اس لیے اب نکل پڑو! اللہ تم پر رحم کرے۔ چنانچہ چالیس ہزار کوفی مرد جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ جس میں سے بارہ ہزار مردوں کو آپ نے عبید اللہ بن عباس کے ساتھ آگے بھیج دیا کہ تم نہر فرات کو عبور کر کے علاقہ مسکن میں پڑاؤ کرو اور امیر معاویہ کے لشکر کا انتظار کرو اور معاویہ کے لشکر

کا مقابلہ کرو میں بھی تمہارے پیچھے پہنچ رہا ہوں۔

شیعوں کی غداری:

ناسخ التواریخ میں مرزا تقی شیعہ لکھتا ہے:

اما ازاں سو چنانکہ یاد کردیم چوں عبیداللہ بن عباس باد وازدہ ہزار تن مرد سپاہی در مسکن فرود شد و معاویہ ایں بدانست با لشکر ہائے خود طی مسافت کردہ در اراضی مسکن در قریہ کہ آنرا حیوضہ مینامید ند در آمد و لشکر گاہ کرد۔

ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن ص۲۰۵

ترجمہ۔ اس طرف جیسا کہ ہم نے لکھا ہے عبیداللہ بن عباس بارہ ہزار سپاہی لے کر علاقہ مسکن میں فروکش ہو گیا۔ اور امیر معاویہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ اپنا لشکر لے کر منزلیں طے کرتے ہوئے علاقہ مسکن میں حیوضہ نامی بستی کے قریب آئے اور پڑاؤ کیا۔

چنانچہ دونوں لشکروں میں کچھ لڑائی ہوئی اور اگلی رات کو عبیداللہ امیر معاویہ کے ساتھ جا ملا۔ اور یوں امام حسن کا بھیجا ہوا لشکر پراگندہ ہو گیا۔ جس کا آپ کو بڑا رنج ہوا اور آپ خود لشکر لے کر نکلے اور حال یہ تھا کہ دل کوفیوں کی بدعہدی اور بے وفائی سے پورا پورا خائف تھا تاہم پھر بھی ان لوگوں کے مجبور کرنے پر نکل کھڑے ہوئے اور جب کچھ منزلیں طے کر کے سا باط نامی بستی جو مدائن کے مضافات میں ہے میں پہنچے تو رات وہاں گذاری اور صبح کو اس غرض سے کہ پتہ چلے ان لشکریوں میں سے کون مخلص اور کون بے وفا ہے آپ نے نماز فجر کے بعد تمام تر لشکر کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا اور میں اہل اسلام

میں اتحاد کا متمنی ہوں جسے تم ناپسند کرتے ہو مگر میں تمہارے لیے بہتر رائے رکھتا ہوں اور تم سے زیادہ تمہارا ہمدرد ہوں۔

یہ خطبہ سن کر کوفیوں کے تیور بدل گئے اور ایک دوسرے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے اور کہنے لگے۔ امام حسن کا ارادہ کیا ہے۔ لگتا ہے یہ امیر معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ بس فوراً امام حسن کے شیعہ ہی آپ پر پل پڑے مرزا تقی شیعہ کہتا ہے:

از غلبہ حسن علیہ السلام بر معاویہ یکبارہ مایوس گشتند در آنحضرت بشوریدند و ہمگروہ بسرا پردہ او در رفتند و ہر چہ یافتند برگرفتند و مصلی آنحضرت را از زیر پائے مبارکش بکشیدند۔

ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ
صـ۲۱۱ جلد اوّل

ترجمہ۔ عراقی لشکر امیر معاویہ پر امام حسن کے غالب آنے سے مایوس ہو گیا اور وہ لوگ آپ پر ہی پل پڑے اور مل کر آپ کے خیمہ میں داخل ہو گئے جس کے ہاتھ جو آیا پکڑ لیا بلکہ آپ کے نیچے سے مصلّیٰ بھی کھینچ لیا۔

آپ نے یہ حالات دیکھ کر جنگ کا ارادہ ترک کر کے مدائن شہر میں چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب مدائن کو چلے تو ایک شخص نے اچانک آکر آپ کے ران میں اس زور سے نیزہ مارا کہ ہڈی باہر نکل آئی آپ نڈھال ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور آپ کو چار پائی پر لٹا کر مدائن شہر میں سعید بن مسعود ثقفی کے مکان میں لا کر لٹا دیا گیا۔

قول امام حسن میرے بے وفا شیعوں سے معاویہ میرے حق میں زیادہ بہتر ہے

جب آپ زخمی ہو کر مدائن میں پڑے تھے اور بے وفا کوفی پراگندہ ہو گئے تھے اس وقت آپ نے ایک شخص کے سوال پر کہ اب کیا ارادہ ہے آپ کا۔ فرمایا۔

وَاللّٰهِ اَرٰی اَنَّ مُعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لِيْ شِيْعَةٌ اِبْتَغَوْا قَتْلِيْ وَانْتَهَبُوْا ثَقْلِيْ وَاَخَذُوْا مَالِيْ وَاللّٰهِ لَاَنْ اٰخُذَ مِنْ مُّعَاوِيَةَ عَهْدًا اُحْقِنُ بِهٖ دَمِيْ وَاٰمَنُ بِهٖ فِيْ اَهْلِيْ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّقْتُلُوْنِيْ فَيَضِيْعَ اَهْلُ بَيْتِيْ وَاَهْلِيْ وَاللّٰهِ لَوْ قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ لَاَخَذُوْا بِعُنُقِيْ يَدْفَعُوْنِيْ سَلَمًا۔

(۱) ناسخ التواریخ زندگانی حسن مجتبیٰ جلد اول ص۲۱۳ تا ص۲۱۴

(۲) احتجاج طبرسی جلد دوم ص۱۰ طبع قم جدید

ترجمہ۔ قسم بخدا میں سمجھتا ہوں کہ معاویہ میرے حق میں ان لوگوں سے بہتر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم تیرے شیعہ ہیں مگر انہوں نے مجھے مار ڈالنے کا ارادہ کیا میرا اثاثہ لوٹ لیا اور میرا مال چھین لیا۔ قسم بخدا اگر میں معاویہ سے عہد کر لوں جس سے میرا خون بچ جائے اور میرے گھر والے

لوگ امن حاصل کریں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ شیعہ مجھے مار ڈالیں اور میرا گھرانہ برباد ہو جائے، قسم بخدا اگر میں معاویہ سے جنگ کروں تو یہی شیعہ میری گردن دبوچ کر مجھے معاویہ کے سپرد کر دیں گے۔

امیر معاویہ کا امام حسن سے اظہار ہمدردی اور شیعوں کی غداری

ناسخ التواریخ :

وازاں سوچوں معاویہ شوریدن لشکر را بر امام حسن بدانست مکاتیب مہر انگیز متواتر کرد ایں کلمات نیز از اوست ۔ یَا ابْنَ عَمِّ لَا تَقْطَعِ الرَّحِمَ الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنِیْ فَاِنَّ النَّاسَ قَدْ غَدَرُوْا بِكَ وَبِاَبِیْكَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ و مکاتیب صنادید سپاہ عراق را بہ حسن فرستاد کہ ہم گاں بہ معاویہ نگاشتہ بودند کہ بجانب ما کوچ دہ چوں راہ با ما نزدیک کنی حسن علیہ السلام را دست بگردن بستہ بنزد تو فرستیم واگر نہ با تیغش درگذاریم و خواستار مصالحت گشت

ناسخ التواریخ زندگانی حسن مجتبیٰ ص۲۲۰

ترجمہ۔ اس طرف جب امیر معاویہ کو امام حسن کے لشکر کے منتشر ہو جانے کی خبر ملی تو مہر و محبت کے پے بہ پے خط لکھے۔ چنانچہ یہ الفاظ بھی امیر معاویہ کے ہیں جو انہوں نے امام حسن کو لکھے۔ اے میرے چچے کے بیٹے میرے اور آپ کے درمیان جو رشتہ داری

ہے اسے نہ کاٹو! ان لوگوں نے آپ ہی سے نہیں آپ کے والد حضرت علی سے بھی غداری کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی امیر معاویہ نے کوفی لشکر کے سرداروں کے وہ خطوط بھی جو انہوں نے امیر معاویہ کو لکھے تھے، امام حسن کو بھیج دیئے۔ "ان میں یہ لکھا تھا اے معاویہ ہماری طرف کوچ کرو جب تم پہنچو گے ہم امام حسن علیہ السلام کو ہاتھ گردن سے باندھ کر انہیں تمہارے سپرد کردیں گے نہیں تو انہیں قتل ہی کردیں گے" اس کے ساتھ ہی امیر معاویہ صلح کے طلب گار ہوئے۔

گذشتہ دونوں عبارتوں سے یہ امور ثابت ہوئے:

(۱) جن لوگوں نے امام حسن کا مال لوٹا اور نیزے کے زخم سے ران پھاڑ ڈالی اور آپ کو قتل کرنا چاہا ان کا تعارف امام حسن نے یہ کرایا ہے کہ یہ لوگ خود کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔ معلوم ہوا جو لوگ خود کو امام حسن کا شیعہ کہتے تھے انہوں نے آپ کو خوار کیا اور جو زخم لگائے۔ وہ بہت گہرے تھے۔

(۲) ان غدار شیعوں نے بظاہر امیر معاویہ کی دشمنی کا اظہار کیا اور امام حسن کو ان سے جنگ پر اکساتے رہے اور درپردہ امیر معاویہ کو خط لکھتے رہے کہ تم لشکر لے کر آؤ ہم امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ باندھ کر انہیں تمہارے حوالے کردیں گے۔ دیکھئے یہ کتنا ذلیل جملہ ہے آپ کو امام حسن علیہ السلام بھی کہتے ہیں اور باندھ کر حوالے کردینے بلکہ قتل کردینے کا عہد بھی کر رہے ہیں۔

(۳) امیر معاویہ کو امام حسن سے مخلصانہ محبت تھی اسی لیے کوفی شیعوں کی

غداری کے خطوط امام حسن تک پہنچا دیئے اور محبت بھرے الفاظ کہے کہ اے میرے چچا کے بیٹے ہماری آپس کی رشتہ داری کو ضائع نہ کیجئے یہ لوگ غدار ہیں ان کی نہ مانیے۔ ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اسی لیے امام حسن نے بھی فرما دیا کہ ان غدار شیعوں سے میرے حق میں معاویہ بہت اچھا ہے۔

مختصر یہ کہ امام حسن نے چھ ماہ تک مذکورہ حالات میں حکومت کی غدار شیعوں نے آپ کو امیر معاویہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا مگر جنگ سے قبل ہی آپ کو زخمی کر کے لاچار کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے شام پہنچ کر امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تا دم آخر اس بیعت پر قائم رہے جس کا تذکرہ آئندہ فصل میں بالتفصیل آ رہا ہے۔

فصل ششم

حسنین کریمین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی :-

یہ ایک مسلم حقیقت ہے۔ کہ سیدنا امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور باوجود اس کے کہ لوگوں نے بہت اُکسایا۔ لیکن پھر بھی تاحین حیات اسی بیعت پر قائم رہے۔ اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط میں کمی بیشی یا کوتاہی کی۔ جو بوقت بیعت ان کے اور حسنین کریمین کے درمیان طے پائی تھیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حسنین کریمین ان سے ہمیشہ خوش رہے۔ اور اُن کی طرف سے آنے والے ہدایا اور نذرانوں کو بخوشی قبول فرماتے رہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے باوجود شیعہ لوگ اس بات پر مصر ہیں۔ کہ "حسنین کریمین نے نہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اور نہ ہی ہماری کسی کتاب میں اس کا ثبوت ہے" یہ دونوں باتیں انہیں کرنا ہی پڑتی ہیں۔ کیونکہ اگر ان کی کتب سے ان حضرات کا بیعت کرنا ثابت اور درست نکلے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حسنین کریمین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امام اور امیر المومنین تسلیم کر لیا۔ تو ان شیعہ لوگوں کو بھی امامت و خلافت امیر معاویہ تسلیم کرنا پڑے گی۔

دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ واقعہ کربلا کے پیچھے یہی بات تھی۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

یزید بن معاویہ کو فاسق و فاجر سمجھتے تھے۔ جس کی بنا پر تمام احباب و اہل خانہ کی شہادت قبول کی۔ لیکن بیعت یزید نہ کی۔ تو اگر بیعت حسنین ثابت ہو جائے۔ تو اس کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مومن اور امام برحق ٹھہرے۔

اب تو انتہا ہو رہی ہے۔ کہ پہلے جن کتب شیعہ میں "بیعت حسنین" کا لفظ آتا تھا۔ اب وہاں اس کی بجائے لفظ "صلح" درج ہو رہا ہے۔ جن کی عنقریب ہم نشاندہی کریں گے۔ آیئے ان کی کتب کا ملاحظہ کریں۔

رجال کشی :-

قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ جِبْرَئِيلُ بْنُ اَحْمَدَ وَ اَبُو اِسْحٰقَ حَمْدَوَيَةَ وَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنَا نُصَيْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الْعَطَّارِ الْكُوْفِيِّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَعْقُوْبَ عَنْ فُضَيْلٍ غُلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا اَنِ اقْدِمْ اَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَ اَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَ قَدِمُوا الشَّامَ فَاَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَ اَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ وَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ اِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ

مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ اِنَّهُ اِمَامِيْ يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(رجال کشی ص ۱۰۲ مطبوعہ کربلا، ذکر قیس ابن سعد

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن بن علی کی طرف رقعہ لکھا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ تم (حسن) حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کو لے کر میرے ہاں تشریف لاؤ۔ امام حسن جب انہیں لے کر نکلے۔ تو ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی تھے۔ شام پہنچے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ اور ان کے لیے خطیب مقرر کیے۔ پھر کہا۔ اے حسن! اٹھیئے اور بیعت کیجئے۔ وہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو کہا۔ آپ اٹھیئے اور بیعت کیجئے۔ تو انہوں نے اٹھ کر بیعت کر لی۔ پھر قیس کو کہا۔ تم بھی اٹھو۔ اور بیعت کر لو۔ تو اس نے امام حسین کی طرف اس ارادے سے دیکھا۔ کہ آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا قیس! امام حسن رضی اللہ عنہ میرے امام ہیں (یعنی ان کی بیعت کر لینے کے بعد ہمیں تردد نہیں ہونا چاہیئے۔

صلح میں امام حسن کی شرط کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سنتِ خلفاءِ راشدین پر عمل کریں گے

کشف الغمہ:۔

وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا كَتَبَهُ فِي الصُّلْحِ

اَلَّذِیْ اِسْتَقَرَّ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مُعَاوِیَۃَ حَیْثُ رَاٰی حَقْنَ الدِّمَآءِ وَ اَطْفَاءَ الْفِتْنَۃِ وَھُوَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھٰذَا مَا صَالَحَ عَلَیْہِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ مُعَاوِیَۃَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ صَالَحَہٗ عَلٰی اَنْ یُّسَلِّمَ اِلَیْہِ اَمْرَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی اَنْ یَّعْمَلَ فِیْھِمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَ سِیْرَۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ وَلَیْسَ لِمُعَاوِیَۃَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ اَنْ یَّعْھَدَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ عَھْدًا بَلْ یَکُوْنُ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِہٖ شُوْرٰی بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَلٰی اَنَّ النَّاسَ اٰمِنُوْنَ حَیْثُ کَانُوْا مِنْ اَرْضِ اللّٰہِ شَامِھِمْ وَعِرَاقِھِمْ وَ حِجَازِھِمْ وَ یَمَنِھِمْ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷۰ مطبوعہ تبریز

تذکرہ امام حسن فی کلامہ و مواعظہ

ترجمہ: امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو صلح نامہ لکھا گیا۔ اس میں یہ بھی تھا۔ "شروع اللہ کے نام سے جو مہربان اور رحیم ہے۔ صلح کی اولین شرط یہ ہے۔ کہ میں تمہیں مسلمانوں کی امامت سپرد کر رہا ہوں۔ تاکہ ان میں تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتاؤ کرو۔ اور سیرۃ خلفاء راشدین تمہارے سامنے ہو۔ اور دوسری شرط یہ کہ اے معاویہ بن ابوسفیان! تمہیں اس معاہدہ کے بعد کسی کے ساتھ ایسا معاہدہ

کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ بلکہ وقت آنے پر معاملہ خلافت و امامت مسلمانوں کے باہمی مشوروں سے حل ہوگا۔ اور میری شرط یہ ہے کہ لوگ سب امن میں ہوں گے۔ چاہے وہ شام، عراق، حجاز اور یمن میں ہوں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو دنیا و مافیہا سے افضل جانا۔

احتجاج طبرسی:

عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ سَدِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَقِيْصِيْ قَالَ لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَلَامَهُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَيْعَتِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيْحَكُمْ مَا تَدْرُوْنَ مَا عَمِلْتُ وَاللّٰهِ لَلَّذِيْ عَمِلْتُ لِشِيْعَتِيْ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ غَرَبَتْ اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اِمَامُكُمْ وَمُفْتَرَضُ الْاِطَاعَةِ عَلَيْكُمْ وَاَحَدُ سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ بِنَصٍّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيَّ؟

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید طبع قدیم ص ۱۵۷ احتجاج الحسن علی من انکر علیہ)

ترجمہ: جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی۔ تو کچھ لوگوں نے آکر ان کے بیعت کر لینے پر ان کی ملامت کی۔ تو اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہاری بربادی ہو۔ تم نہیں جانتے۔ میں نے جو کچھ کیا۔ اللہ کی قسم! دنیا و مافیہا سے میرے شیعوں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم جانتے نہیں ہو۔ کہ میں تمہارا امام ہوں۔ اور تم پر میری اطاعت لازم کر دی گئی۔ اور میں جنت کے دو سرداروں میں ایک ہوں۔ جن کی سیادت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نص بیان فرمایا۔

جلاء العیون:۔

در کتاب احتجاج روایت کردہ است کہ چوں حضرت امام حسن با معاویہ صلح کرد مردم بخدمت آنحضرت آمدند۔ بعض ملامت کردند اورا بہ بیعت معاویہ۔ حضرت فرمود۔ وای برشما۔ نمیدانید کہ من چکار کردہ ام برائے شما بخدا سوگند کہ آنچہ من کردہ بہتر است ازبرائے شیعیان من از آنچہ آفتاب برآں طالع میکرد۔ آیا نمیدانید کہ من امام واجب الاطاعہ شمائم۔ ویکے از بہترین جوانانِ بہشت بنص حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔ گفتند بلی۔ پس فرمود آیا نمیدانید کہ آں چہ خضر کرد موجب غضب حضرت موسیٰ علیہ السلام شد۔ چوں وجہ حکمت براو مخفی بود و آنچہ خضر کردہ بود نزد حق تعالیٰ عین حکمت و صواب بود آیا نمیدانید کہ ہیچ یک از ما نیست مگر آنکہ درگردن او بیعتی از خلیفہ جوری کہ در زمان او ہست واقع می شود مگر قائم ما۔

(جلاء العیون جلد اول ص۳۰۲ مطبوعہ تہران الطبع جدید)

تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: کتاب "احتجاج" میں روایت کی گئی ہے۔ کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی۔ لوگ امام حسن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، بعض نے تو حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر ملامت بھی کی۔ امام موصوف نے فرمایا۔ افسوس تم پر۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہارے لیے کیا کیا ہے؟ خدا کی قسم! میں نے جو کچھ اپنے شیعوں کی خاطر کیا وہ ہر اس چیز سے بہتر ہے۔ جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا واجب الاطاعت امام ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نص کے ساتھ نوجوانانِ جنت کے دو سرداروں میں سے ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں آپ واقعی ایسے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جو کچھ حضرت خضر علیہ السلام نے کیا۔ اُسے دیکھ کر جناب موسیٰ کو غصہ آ گیا تھا۔ کیونکہ حکمت کی وجہ ان سے مخفی تھی۔ اور جو کچھ حضرت خضر نے کیا تھا۔ اللہ کے نزدیک عین حکمت و صواب تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔
مگر یہ کہ اس کی گردن میں بیعت خلیفہ جو رزمان سے واقع ہوئی ہے مگر ہمارے قائم۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس کو صحابہ کرام یہ صحیح سمجھتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے

مروج الذہب :-

وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ لِزِيَادٍ قَبْلَ قُدُوْمِهٖ عَلٰى مُعَاوِيَةَ اُدْعُ بِالْغَرَضِ الْاَقْصٰى وَدَعْ عَنْكَ الْفُضُوْلَ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَمُدُّ اِلَيْهِ اَحَدٌ يَدًا اِلَّا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَقَدْ بَايَعَ لِمُعَاوِيَةَ فَخُذْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ التَّوْطِيْنِ ۔

(مروج الذہب للمسعودی جلد سوم ص مطبوعہ بیروت)
ذکر معاویہ ابن ابی سفیان

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو امیر معاویہ کے پاس پہنچنے سے قبل فرمایا۔ دور دراز کی خواہشات چھوڑ دے۔ اور فضولیات کو خیرباد کہہ دے اس امر خلافت میں صرف حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پہنچتا ہے۔ اور حالت یہ کہ انہوں نے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے تو اب تمہیں لوگوں کو ہم نوا بنانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگوں

کو اپنی طرف مائل کرنے کی بجائے اپنے نفس کی حفاظت کرنی چاہیئے (یعنی امیر معاویہ کی امام حسن بیعت کر چکے۔ تو تمہیں حیل و حجت سے اس کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور بیعت کر لینی چاہیے)

امام حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے برانگیختہ کرنے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو نہیں توڑا بلکہ قیس کو ان کی بیعت کا حکم دیا:۔

مقتل:۔

حِيْنَ صَالَحَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ بِالْكُوْفَةِ فَتَقَدَّمَ سُلَيْمَانُ اِلَى الْاِمَامِ فَقَالَ يَابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّا مُتَعَجِّبُوْنَ مِنْ بَيْعَتِكَ لِمُعَاوِيَةَ وَمَعَكَ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ مُقَاتِلٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ كُلُّهُمْ يَاْخُذُوْنَ الْعَطَايَا وَمِثْلُهُمْ مِّنْ اَبْنَائِهِمْ سِوٰى اَنْصَارِكَ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ وَاَهْلِ الْحِجَازِ وَلَمْ تَاْخُذْ لِنَفْسِكَ ثِقَةً فِي الْعَهْدِ وَلَا حَظًّا فِي الْعَطِيَّةِ

ذرا آگے امام حسن کا جواب یوں مذکور ہے:۔

وَ لٰكِنِّیْ رَاَیْتُ مَا لَمْ تَرَوْنَ وَ اَشْهَدُ اللّٰهَ اِنِّیْ لَمْ اُرِدْ بِذٰلِكَ اِلَّا حَقْنَ دِمَائِكُمْ وَ اِصْلَاحَ شَأْنِكُمْ فَارْضَوْا بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَ سَلِّمُوْا اِلَیْهِ الْاَمْرَ وَ الْزِمُوْا بُیُوْتَكُمْ۔

(مقتل ابی مخنف ص۲-۳ مطبوعہ مکتبہ حیدریہ نجف اشرف ۱۳۷۵ھ) در مقدمہ

ترجمہ: جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اس وقت امام حسین کوفہ میں تھے۔ تو "سلیمان" نامی ایک شخص حضرت امام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے بنتِ رسول کے فرزند! ہم امیر معاویہ کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لینے سے بڑے حیران ہیں چالیس ہزار کوفی جنگ جو آپ کے ساتھ ہیں۔ سب کے سب آپ کے وظیفہ خوار ہیں۔ اور اتنی ہی تعداد میں ان کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سب ان حضرات کے علاوہ ہیں۔ جو بصرہ اور حجاز میں آپ کے جانثار ہیں۔ تو اتنی قوت کے ہوتے ہوئے آپ نے نہ کوئی اپنی خاطر مضبوط عہد لیا۔ اور نہ ہی اپنے جانثار وظیفہ خواروں سے کوئی صلہ حاصل کیا۔ (اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا) ٹھیک ہے۔ امیر معاویہ قوت میں مجھ سے زیادہ نہ تھے۔ لیکن جو مجھے نظر آ رہا ہے۔ تم اس سے اندھے ہو۔ اور قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ تمہارے خون کی حفاظت کے سوا میرا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور تمہارے معاملات کی اصلاح ہی میرے پیش نظر تھی۔ تو تم اللہ کی

قضا پر راضی ہو جاؤ۔ اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کر دو۔ اور اپنے گھروں
میں آرام سے بیٹھ جاؤ۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کی کوئی
ضرورت نہیں)

جلاء العیون :۔

او بہ چہار ہزار کس بکناری رفتہ بود با معاویہ در مقام مخالفت خود چوں
دید کہ حضرت صلح کرد مضطر شد بمجلس معاویہ در آمد متوجہ حضرت امام حسین
شد۔ واز آنحضرت پرسید۔ کہ بیعت بکنم حضرت اشارہ بحضرت امام حسن
کرد فرمود۔ کہ او امام منست و اختیار با واست ہرچند میگفتند دست دراز
نمیکرد تا آنکہ معاویہ از کرسی بزیر آمد دست بردست او گذاشت بروایتی
دگر بعد از آنکہ حضرت امام حسن علیہ السلام او را امر بیعت کرد۔
(جلاء العیون جلد اول ص ۳۹۵ مطبوعہ تہران)
زندگانی امام حسن مصالحہ آں حضرت با معاویہ۔

ترجمہ: قیس نے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ علیحدہ جنگ کے مقام میں امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ تو جب دیکھا کہ امام حسن صلح کر چکے ہیں۔
مجبوراً معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف
متوجہ ہوا۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ میں بیعت کر لوں؟ آپ نے امام حسن
رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ وہ میرے امام ہیں۔
اور اس معاملہ میں اختیار انہیں کو ہے۔ لوگوں نے بہت کہا لیکن قیس
نے بیعت کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا حتیٰ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کرسی سے

نیچے اُترے۔ اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا ایک دوسری روایت کے مطابق "قیس" نے اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ جب کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں بیعت کر لینے کا حکم دیا تھا۔

نوٹ:۔

مذکورہ بالا عربی اور فارسی حوالہ جات میں لفظ "بیعت" جو صراحۃً موجود ہے "جلاء العیون" کے مترجم "سید عبد الحسین شیعی" نے اس کا ترجمہ لفظ "صلح" سے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو جلاء العیون مترجم ص۴۱۸ جلد اول۔ اور "قیس" کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنے کا حکم دینا اس بات کو اس مترجم نے ترجمہ میں بالکل ہی کاٹ دیا ہے۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو۔ اسی کتاب کا ص۴۱۳۔ یہ ہے اندھا تعصب۔ خدا ہدایت دے۔

ایک بے بنیاد الزام کی تردید:۔

جب شیعہ حضرات اپنی کتب میں بہت سے دلائل ایسے پاتے ہیں۔ جن میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ تو اس حقیقت سے انکار کے لیے اُن کے ہاں بہت سے الزامات تراشے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ الزام بھی ہے۔ اور غالباً یہی بنیادی الزام ہے۔ کہ جن شرائط پر فریقین میں صلح طے پائی تھی۔ اور بیعت وجود میں آئی تھی۔ اُن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی۔ جس کی وجہ سے حسنین کریمین نے بیعت توڑ دی۔ آیئے اس الزام کی صداقت کو دیکھیں۔ ہم انہی کی کتب سے

ثابت کریں گے۔ کہ یہ الزام غلط ہے۔ اور خود انہوں نے بھی اس کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے لہٰذا ہم اس کو کسی حالت میں نہیں توڑیں گے

الاخبار الطوال:۔

قَالَ فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ ۔ وَدَخَلَ عَلَى الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعَ عُبَيْدَةَ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! شَرَيْتُمُ الذُّلَّ بِالْعِزِّ وَقَبِلْتُمُ الْقَلِيْلَ وَتَرَكْتُمُ الْكَثِيْرَ اَطِعْنَا الْيَوْمَ، وَاَعْصِنَا الدَّهْرَ، دَعِ الْحَسَنَ وَمَا رَاٰى مِنْ هٰذَا الصُّلْحِ وَاَجْمِعْ اِلَيْكَ شِيْعَتَكَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهَا وَوَلِّنِيْ وَصَاحِبِيْ هٰذِهِ الْمُقَدِّمَةَ فَلَا يَشْعُرُ ابْنُ هِنْدٍ اِلَّا وَنَحْنُ نُقَارِعُهٗ بِالسُّيُوْفِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَا وَعَاهَدْنَا وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى نَقْضِ بَيْعَتِنَا۔

(الاخبار الطوال طبع بیروت ص ۲۲۰ تذکرہ زیاد بن ابیہ)

ترجمہ: حجر بن عدی امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت ملامت کرنے کے بعد باہر نکلا۔ اور عبیدہ بن عمرو کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کے

بَايَعْتُمُونِي عَلَى اَنْ تُسَالِمُوْنَ مَنْ سَالَمْتُ وَتُحَارِبُوْنَ مَنْ حَارَبْتُ فَرَاَيْتُ اَنْ اُسَالِمَ مُعَاوِيَةَ وَاَضَعَ الْحَرْبَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ وَقَدْ بَايَعْتُهُ وَرَاَيْتُ حَقْنَ الدِّمَاءِ خَيْرًا مِنْ سَفْكِهَا وَلَمْ اُرِدْ بِذٰلِكَ اِلَّا صَلَاحَكُمْ

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷۱ طبع تبریز تذکرہ امام حسن فی کلامہ)

ترجمہ: جب صلح مکمل ہوئی۔ اور کام ختم ہو گیا۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے التماس کی۔ کہ لوگوں کے مجمع میں بتلائیں۔ کہ انہوں نے معاویہ کی بیعت کر لی ہے۔ اور امامت کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا ہے۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول فرما کر خطبہ دیا۔ لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اللہ کی حمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا۔ جیسے یوں نقل کیا گیا ہے یہ سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے۔ جو متقی ہو۔ اور سب سے زیادہ بے وقوف وہ جو فاجر ہو۔ اگر تم پوری دنیا میں ایسا آدمی تلاش کرو گے۔ کہ جس کے نانا رسول خدا ہوں۔ تو میرے اور میرے بھائی حسین کے بغیر تمہیں کوئی نہیں ملے گا۔ اور تم بخوبی جانتے ہو۔ کہ اللہ نے تمہیں میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہدایت دی۔ پھر تمہیں گمراہی سے نکالا۔ جہالت دور کی، ذلت کے بعد عزت دلائی۔ قلت کے بعد بہتات بخشی۔
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اس بارے میں اختلاف کیا۔ کہ خلافت میرا حق ہے اُن کا نہیں۔ تو میں نے اُمت کی بہتری کو دیکھا۔ اور فتنہ کو ختم کرنا چاہا۔ تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی۔ کہ

جس سے میری مصالحت ہو گی اس سے تمہاری بھی صلح ہو گی۔ اور جس سے میں لڑوں گا۔ وہ تمہارا بھی دشمن ہو گا۔ تو میں نے سوچا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لوں۔ اور لڑائی ختم کر دوں۔ میں ان کی بیعت کر چکا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں۔ کہ خونریزی سے حفاظت خون بہتر ہے۔ یہ سب کچھ میں نے تمہاری بہتری کی خاطر ہی کیا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا کبھی ارادہ نہیں کیا

الاخبار الطوال :۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مورخ دینوری شیعی نے "اخبار الطوال" میں نقل کیا۔ کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت پختہ ہو گئی۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ کے کچھ شیعہ آئے۔ جب اس بات کا علم مدینہ کے حاکم "مروان بن حکم" کو ہوا۔ تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا۔ کہ آپ مجھے اس معاملہ میں کوئی کاروائی کرنے کا حکم دیں۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فَكَتَبَ اِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ لَا تَعْرِضْ لِلْحُسَيْنِ فِيْ شَيْءٍ فَقَدْ بَايَعَنَا وَلَيْسَ بِنَاقِضٍ بَيْعَتَنَا وَلَا مُخْفِرٍ ذِمَّتَنَا وَكَتَبَ اِلَى الْحُسَيْنِ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدِ انْتَهَتْ اِلَىَّ الْاُمُوْرُ عَنْكَ لَسْتَ بِهَا حَرِيًّا لِاَنَّ مَنْ اَعْطٰى صَفْقَةَ يَمِيْنِهٖ جَدِيْرٌ بِالْوَفَاءِ فَاعْلَمْ رَحِمَكَ اللّٰهُ اَنِّيْ مَتٰى اُنْكِرُكَ تَسْتَنْكِرْنِيْ

وَمَتٰى تَكِدْنِيْ أَكِدْكَ فَلَا يَسْتَفِزَّنَّكَ السُّفَهَاءُ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ الْفِتْنَةَ وَالسَّلَامُ
فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا أُرِيْدُ حَرْبَكَ وَلَا
الْخِلَافَ عَلَيْكَ۔ قَالُوْا وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ وَلَا الْحُسَيْنُ طُوْلَ
حَيَاةِ مُعَاوِيَةَ مِنْهُ سُوْءً فِيْ أَنْفُسِهِمَا وَلَا مَكْرُوْهًا وَلَا قَطَعَ
عَنْهُمَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ شَرَطَ لَهُمَا وَلَا تَغَيَّرَ لَهُمَا مِنْ بِرٍّ۔

(الاخبار الطوال صفحہ ۲۲۵) امیر معاویہ و عمرو ابن العاص

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا۔ کہ امام حسین کے ساتھ کسی طرح
بھی تعرض نہ کرنا۔ وہ ہماری بیعت کر چکے ہیں۔ اور اس کو توڑنے والے
نہیں۔ اور نہ ہی عہد شکنی کریں گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف امیر معاویہ نے یوں لکھا۔ امابعد۔ آپ
کی طرف سے کچھ باتیں مجھے پہنچیں۔ جو آپ کے شایان شان نہیں۔
کیونکہ جو شخص دائیں ہاتھ سے بیعت کر لیتا ہے۔ وہ بے وفائی نہیں
کرتا۔ جان لیجئے! جب تک میں آپ کو اچھا نہ سمجھوں گا آپ بھی
مجھے اچھا نہ سمجھیں۔ اور جب آپ بے وفائی کریں گے۔ تو مجھ سے
وفا کی امید نہ ہو گی۔ لہذا گذارش ہے۔ کہ فتنہ پرداز لوگ اور بے وقت
آدمی آپ کو بے آرام کرنے کے درپے ہیں۔ والسلام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کو یوں تحریر فرمایا۔ میں نہ تو آپ سے لڑائی کا خواہشمند ہوں۔ اور نہ
ہی مخالفت کا۔ مورخین کا قول ہے۔ کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے
پوری زندگی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ناپسندیدہ اور بری
بات نہ دیکھی نہ سنی۔ اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط
سے روگردانی کی۔ جو ان کے درمیان بوقت صلح طے ہوئی تھیں۔

اور نہ ہی کسی اچھائی میں کمی آنے دی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

آپ کے مخالف امت میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں

مقتل :-

شیعہ کے مجتہد اوّل ''ابو مخنف'' نے اپنی مقتل میں ذکر کیا ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔ کوفی شیعوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی کی تعزیت میں اس قسم کے الفاظ لکھنے اور کہنے شروع کر دیئے۔ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَكَ وَاَعْلٰى شَانَكَ وَرَفَعَ قَدْرَكَ وَرَدَّ عَلَيْكَ حَقَّكَ اللہ آپ کا سینہ کشادہ فرمائے۔ شان بلند کرے۔ عزت زیادہ کرے۔ اور آپ کا حق آپ کو واپس دلائے خطوط تعزیت کے بعد آن کا آنا جانا شروع ہوا جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بایں عنوان خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ اُمُوْرٌ وَّاَسْبَابٌ قَدِ انْتَهَتْ اِلَيَّ وَ اَظُنُّهَا بَاطِلَةً وَلَعَمْرِيْ اَنَّهٗ اِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِيْ عَنْكَ كَمَا ظَنَنْتُ فَاَنْتَ بِذٰلِكَ اَسْعَدُ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفٰى مَنْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى اَنْ اَقْطَعَكَ فَاِنَّكَ مَتٰى تَكِدْنِيْ اَكِدْكَ وَمَتٰى تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وَلَا تَشُقَّ عَصَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَقَدْ خَبَرْتَهُمْ وَبَلَوْتَهُمْ فَانْظُرْ لِنَفْسِكَ وَلِدِيْنِكَ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ السُّفَهَاءُ الَّذِيْنَ لَا

يَعْلَمُوْنَ ۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔
قَالَ وَكَتَبَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِتَابًا يَقُوْلُ فِيْهِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ ! فَقَدْ وَصَلَنِيْ
كِتَابُكَ وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ وَمَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَنْقُضَ
عَهْدًا عَهِدَهٗ اِلَيْكَ اَخِي الْحَسَنُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ
الْكَلَامِ فَاِنَّهٗ اَوْصَلَهٗ اِلَيْكَ الْوُشَاةُ الْمُلَفِّقُوْنَ بِالنَّمَائِمِ
الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْجَمَاعَاتِ فَاِنَّهُمْ وَ اللّٰهِ
يُكَذِّبُوْنَ فَلَمَّا وَصَلَ الْكِتَابُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ
سُفْيَانَ اَمْسَكَ عَنْهُ وَلَمْ يُجِبْهُ وَاَوْصَلَهٗ وَلَمْ
يَقْطَعْ صِلَتَهٗ وَكَانَ يَبْعَثُ اِلَيْهِ فِيْ
كُلِّ سَنَةٍ اَلْفَ اَلْفِ دِيْنَارٍ سِوَى الْهَدَايَا
مِنْ كُلِّ صِنْفٍ ۔

(مقتل ابی مخنف صہ ۶ طبع نجف اشرف) در مقدمہ

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے ہے ۔ امابعد ۔ مجھے تمہاری طرف سے چند باتیں پہنچیں ۔ اور کچھ ایسے اسباب سننے میں آئے ۔ اور میں تو انہیں باطل ہی سمجھتا ہوں ۔ اپنی عمر کی قسم اگر آپ کی طرف سے جو باتیں پہنچیں ۔ وہ میرے گمان کے مطابق ہیں ۔ تو پھر آپ بہت سعادت مند ہیں ۔ اور اللہ کے عہد کو بہت زیادہ پورا کرنے والے ہیں ۔ لہٰذا میں آپ سے قطع تعلق نہیں کروں گا ۔ اس لیے کہ جب تک آپ بے وفائی نہ کریں گے ۔ میں بھی نہ کروں گا ۔ آپ میری عزت کریں گے ۔ میں آپ کی عزت کروں گا ۔ اس امت کے

اتفاق کی قوت کو نہ توڑنا۔ آپ نے کوفیوں کو جان پہچان لیا ہے۔ آپ اپنی ذات کے لیے اپنے دین کا خیال فرمائیے۔ اور بے علم، بے وقوف لوگ آپ کو پریشان نہ کریں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد آپ کا رقعہ ملا۔ اس کی تحریر کو سمجھا۔ میرے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو آپ سے معاہدہ کیا۔ (اللہ کی پناہ) میں اُسے نہیں توڑوں گا۔ اور جو باتیں آپ نے لکھیں۔ وہ چغلخوروں، غیبت کرنے والوں اور مسلمانوں کی جماعتوں کے درمیان جدائی ڈالنے والوں نے کیں۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹ بکتے ہیں۔

جب یہ رقعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ آپ اپنے ارادے سے رُک گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ اور اس کی بجائے صلہ رحمی سے کام لیا۔ اور ان کے عطایا و ہدایا میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں ہر سال دس لاکھ دینار دیا کرتے تھے۔ یہ ان تحائف اور انعامات کے علاوہ تھے۔ جو امیر معاویہ ہر قسم کی اشیاء میں سے امام موصوف کو دیا کرتے تھے۔

مذکورہ چار دلائل سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے بخوشی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ اور تا زندگی اس بیعت کو نہیں توڑا۔

۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دس لاکھ دینار ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو بطور امداد ملا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر تحائف اور ہدایا بھی تھے۔

۳۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے لواحقین اور دوستوں کے مجمع میں یہ اعلان فرمایا۔ کہ جب تم لوگوں پر میری اطاعت لازم ہے۔ تو میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا تمہیں اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

۴۔ شیعہ لوگوں نے حسنین کریمین کو دو مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسایا۔ ایک اس وقت جب کہ یہ حضرات بیعت کر چکے۔ تو ان نام نہاد محبوں نے بیعت توڑ دینے پر اکسایا۔ اور کہنے لگے۔ آپ بیعت توڑ دیں۔ ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نپٹ لیں گے۔ تو اس پر حسنین کریمین نے صاف صاف انکار کر دیا۔

دوسری مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنے پر اکسایا۔ جب کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن جب شیعہ لوگوں کی عہد شکنی پر مجبور کرنے کی خبریں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچیں۔ اور امیر معاویہ نے امام حسین سے حقیقت حال کی وضاحت طلب کی۔ تو امام موصوف نے تمام شکوک وشبہات رفع کر دیئے۔ اور قسمیہ بیان فرمایا۔ کہ یہ خبریں اڑانے والے چغلخور اور امت کے بدخواہ لوگ ہیں۔ ہمارا اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں۔ بلکہ ہم پہلے کی طرح اپنے درمیان کیے گئے معاہدوں پر بدستور قائم ہیں۔ اور قائم رہیں گے۔

خلاصہ کلام:۔

جیسا کہ آپ پچھلے حوالہ جات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے قسمیہ بیان فرمایا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہمیں کوئی رنجش نہیں۔ اور نہ ہی

اس عہد کو توڑنے کی ہم سوچ سکتے ہیں۔ جو ان کے اور امام حسن کے درمیان طے ہوا تھا۔ بلکہ ہمیں اس کے خلاف اکسانے والے چغل خور اور امت کے بدخواہ لوگ ہیں۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں۔ کہ امیر معاویہ نے ہم سے کسی قسم کی عہد شکنی نہ کی۔ اور ہم نے ان کی بیعت تا دم آخر برقرار رکھی۔ لیکن آج کل کے ”ذاکرین“ بے لگام یہ ثابت کرنے میں کوشاں ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے عہد شکنی کی۔ اور امام موصوف نے بیعت توڑ دی۔ ان پرانے کذابوں اور فتنہ پرور لوگوں کی بات درست ہے۔ یا نواسۂ رسول کا ارشاد حق ہے۔

اس صاف صاف وضاحت کے بعد بھی جو ”نام نہاد محبِ اہل بیت“ امیر معاویہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ اور سب وشتم سے زبان گندی کرے۔ اس کا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ؟ گویا اس طرح یہ لوگ امام موصوف کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اور اپنی عاقبت برباد کیے جا رہے ہیں۔

حسنین کریمین کی مخالفت سے بچو۔ اپنی عقیدت و محبت درست کرو۔ اللہ ہدایت دے۔

ایک غلط پروپیگنڈا کی تردید

شیعہ لوگوں نے عوام کو حقیقت حال سے بے خبر پا کر انہیں گمراہ کرنے کی خاطر ایک چال یہ چلی ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے حکم سے خطیب حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام اہل بیت پر بر سر منبر تبرا بازی کرتے تھے۔ (معاذ اللہ) جس کا ثبوت وہ کتب اہل سنت و جماعت سے پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں ان کے سامنے اس معاملہ میں چار کتابیں

(طبقات ابن سعد، تاریخ طبری البدایہ والنہایہ۔ کامل ابن اثیر) ہیں۔ میں ان کے وہ مقام لکھتا ہوں۔ جو ان حضرات کے لیے دلیل بنے۔ اور آخر میں ان کے جوابات عرض کروں گا۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(۱) کامل ابن اثیر:۔

وَقَدْ اَرَدْتُ اِیْصَاءَكَ بِاَشْیَاءَ كَثِیْرَةٍ اَنَا تَارِكُهَا اِعْتِمَادًا عَلٰی بَصَرِكَ وَلَسْتُ تَارِكًا اِیْصَاءَكَ بِخَصْلَةٍ لَا تَتْرُكْ شَتْمَ عَلِیٍّ وَذَمَّهٗ وَالتَّرَحُّمَ عَلٰی عُثْمَانَ وَالْاِسْتِغْفَارَ لَهٗ وَالْعَیْبَ لِاَصْحَابِ عَلِیٍّ وَالْاِقْصَاءَ لَهُمْ۔

(کامل ابن الاثیر جلد سوم ص۲۳۴ ذکر مقتل حجر بن عدی وعمرو بن الحمق واصحابہما)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب "مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ" کو کوفہ کا والی بنا کر بھیجا۔ تو کہا! میں چاہتا ہوں۔ کہ تجھے بہت سی باتوں کی وصیّت کروں۔ لیکن ان کو تیری صوابدید پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن ایک وصیّت لازم ہے۔ کہ حضرت علی پر سب وشتم ترک نہ کرنا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت واستغفار کرنا اور اصحاب علی کے عیب بیان کرنا اور ان سے کنارہ کش ہونا۔

(۲) طبقات ابن سعد:۔

اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ لُوْطِ بْنِ یَحْیَی الْغَامِدِیْ

قَالَ كَانَ الْوُلَاةُ مِنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ قَبْلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَشْتِمُوْنَ عَلِيًّا رَحِمَ اللّٰهُ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ اَمْسَكَ عَنْ ذٰلِكَ ۔

(طبقات ابن سعد جلد پنجم صد ۳۹۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: لوط بن یحییٰ غامدی نے کہا۔ کہ بنی امیہ کے والیانِ حکومت حضرت عمر بن عبدالعزیز سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی گلوچ دیا کرتے تھے۔ پھر جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے۔ تو آپ نے اس سے منع کر دیا۔

۳۔ تاریخ طبری:۔

اِنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ لَمَّا وَلّٰى الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ الْكُوْفَةَ فِيْ جَمَادِيْ سنہ ۴۱ وَدَعَاهُ وَقَالَ اَرَدْتُّ اِيْصَاءَكَ بِاَشْيَاءَ كَثِيْرَةٍ فَاَنَا تَارِكُهَا اِعْتِمَادًا عَلٰى بَصَرِكَ بِمَا يُرْضِيْنِيْ وَيُسْعِدُ سُلْطَانِيْ وَيَصْلَحُ بِهٖ رَعِيَّتِيْ وَلَسْتُ تَارِكًا اِيْصَاءَكَ بِخَصْلَةٍ لَا تَتَحَمَّ عَنْ شَتْمِ عَلِيٍّ وَذَمِّهٖ وَالتَّرَحُّمِ عَلٰى عُثْمَانَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لَهٗ وَالْعَيْبِ عَلٰى اَصْحَابِ عَلِيٍّ وَالْاِقْصَاءِ لَهُمْ وَتَرْكِ الْاِسْتِمَاعِ لَهُمْ ۔

تاریخ طبری جلد سوم جزو ششم صد ۱۴۱ ذکر سنہ احدی و خمسین)

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ۴۱ سن ہجری ماہ جمادی میں کوفہ کا والی مقرر فرمایا۔ تو انہیں بلا کر کہا۔ میں کئی امور کی تمہیں وصیت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ان کو تمہاری صوابدید پر چھوڑتا ہوں۔ مجھے اعتماد ہے۔ کہ تم ہر وہ بات کرو گے۔ جو

مجھے پسند ہو گی۔ اور میری حکومت کے لیے اچھی ہو گی۔ اور میری رعیت کی بہتری میں ہو گی۔ لیکن ایک بات کی تمہیں ضرور وصیت کئے دیتا ہوں۔ کہ "علی" پر سب وشتم اور ان کی مذمت ختم نہ ہونی چاہیئے۔ اور حضرت عثمان کے لیے دعائے رحمت واستغفار کرنا "علی" کے ساتھیوں کی عیب جوئی کرنا۔ اور ان کی کوئی بات نہ سننا۔

(۴) البدایہ والنہایہ:

وَلَمَّا كَانَ مُتَوَلِّيًا عَلَى الْمَدِيْنَةِ لِمُعَاوِيَةَ كَانَ يَسُبُّ عَلِيًّا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ لَقَدْ لَعَنَ اللّٰهُ اَبَاكَ الْحَكَمَ وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْحَكَمَ وَمَا وَلَدَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(البدایہ والنہایہ جلد چہارم جزہشتم ص۲۵۹ مطبوعہ بیروت و ریاض ذکر ترجمہ مروان بن الحکم)

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جب "مروان بن الحکم" مدینہ منورہ کا والی مقرر ہوا۔ تو ہر جمعہ بر سر منبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گالی گلوچ کیا کرتا تھا۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تیرے باپ "حکم" پر لعنت بھیجی۔ اس وقت تو اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کہا۔ "اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے "حکم" اور اس کی اولاد پر۔

اب آیئے ان کے جوابات سنیں۔ اور فیصلہ کریں۔ حق کیا ہے۔ باطل کیا ہے۔

جواب اوّل:۔

لعن طعن کے ثبوت میں مندرجہ روایات قابل استدلال نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اہل سنت اور شیعہ دونوں کے نزدیک کسی مسلمان کا نام لے کر لعن طعن کرنا جائز نہیں۔ اور اس قسم کا مفروضہ صحابہ کرام کے لیے کب روا ہو سکتا ہے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے کامل الایمان اور منبع ولایت ہونے میں کسے اختلاف ہے۔ تو بفرض محال اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی والی گورنر مثلاً "مروان بن حکم" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کا کہا ہو۔ تو صحابہ کرام اس کی تائید کب کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے "لا تعاونوا علی الاثم والعدوان" فرما کر اس امر کی ممانعت کر دی ہے۔ اب اگر ان صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے کوئی شخص بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں سب وشتم کرتا ہے۔ تو ان کا ایسے شخص کے پیچھے نمازیں ادا کرنا کیوں کر ممکن۔ حالانکہ اس وقت بہت سے صحابہ موجود تھے۔ اور ان امراء کے پیچھے نمازیں بھی ادا کرتے رہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ روایات مذکورہ عقلاً قابل استدلال نہیں۔

جواب دوم:۔

ان روایات کو اگر فن روایت کے اعتبار سے دیکھا جائے۔ تو بھی قابل استدلال نہیں۔ "کامل ابن اثیر" کی ذکر کردہ روایت میں اگرچہ اس کی سند مذکور نہیں۔ لیکن خود "ابن اثیر" مقدمہ میں لکھ چکے۔ کہ میری کتاب کا ماخذ "تاریخ طبری" ہے۔ تو یہ بات کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ روایت مذکورہ کے الفاظ جو "طبری" کے اندر مذکور ہیں۔ ان میں معمولی کمی بیشی کے ساتھ "ابن اثیر" نے نقل کیے۔ لہٰذا سند دونوں کی ایک ہی ہو گی۔ اور "طبری" کی روایت میں "ہشام بن محمد کلبی"

اور "لوط بن یحییٰ ابو مخنف" ایسے راوی ہیں۔ جو دونوں فن روایت میں مجروح ہیں۔

لسان المیزان:۔

لُوْطُ بْنُ یَحْیٰی اَبُوْ مَخْنَفٍ۔ اِخْبَارِیٌّ تَالِفٌ لَا یُوْثَقُ بِهٖ تَرَكَهٗ اَبُوْحَاتِمٍ وَغَیْرُهٗ وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِیُّ ضَعِیْفٌ وَقَالَ یَحْیٰی بْنُ مَعِیْنٍ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَ قَالَ مُرَّةٌ لَیْسَ بِشَیْءٍ وَ قَالَ ابْنُ عَدِیٍّ شِیْعِیٌّ مُحْتَرِقٌ صَاحِبُ اَخْبَارِهِمْ۔

(لسان المیزان جلد چہارم ص۴۹۲ مطبوعہ بیروت حرف اللام)

ترجمہ: لوط بن یحییٰ ابو مخنف اخباری آدمی ہے۔ نا قابل وثوق ہے۔ ابو حاتم وغیرہ نے اس کی روایت کو چھوڑ دیا۔ اور دار قطنی نے "ضعیف" کہا۔ یحییٰ بن معین نے "لیس بثقة" اور مرۃ نے "لیس بشئی" کہا۔ ابن عدی کا کہنا ہے۔ کہ یہ شیعی جلنے والا ہے۔ قصہ کہانیاں کہنے والا ہے۔

بعینہٖ یہی الفاظ اس راوی کے بارے میں "میزان الاعتدال جلد دوم ص۳۶۰ مطبوعہ بیروت حرف اللام" میں آئے ہیں۔

میزان الاعتدال:۔

هِشَامُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّائِبِ الْكَلْبِیُّ۔ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ

حَنْبَلٍ اِنَّمَا كَانَ صَاحِبَ سَمَرٍ وَنَسَبٍ مَا ظَنَنْتُ اَنَّ اَحَدًا يُحَدِّثُ عَنْهُ وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ مَتْرُوْكٌ وَقَالَ ابْنُ عَسَاكِرٍ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص۲۵۶ حرف الہاء مطبوعہ مطبع سعادت مصر طبع قدیم)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "ہشام بن محمد بن سائب کلبی" قصہ کہانیاں اور نسب بیان کرنے کا ماہر تھا۔ میں نہیں گمان کرتا کہ کسی ایک محدث نے بھی اس سے روایت کی ہو۔ دارقطنی وغیرہ نے "متروک" کہا۔ اور ابن عساکر نے "رافضی غیر موثوق" کہا۔

بعینہٖ یہی الفاظ اس راوی کے بارے میں در لسان المیزان جلد ششم ص۱۹۶ حرف الہاء مطبوعہ بیروت طبع جدید) میں مذکور ہیں۔ یہ تھی تحقیق ان دو راویان روایت مذکور کی۔ جب خود ان کا یہ حال تو ان کی روایت سے کیسے استدلال؟

"طبقات ابن سعد" کی روایت تو صاف طور پر "لوط بن یحییٰ غامدی" سے مروی ہے۔ اور خود اس کا سن وفات ۱۵۷ھ ہے۔ حالانکہ ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد سے عمر بن عبد العزیز تک تمام خلفائے بنی امیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے رہے۔ تو خود اس دور کے اندر یہ تھا ہی نہیں۔ تو اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ اس دور کے خطباء اور والیانِ مملکت برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کیا کرتے تھے۔ اسی سے آپ اس کی صداقت و وثوق کا پتہ چلا سکتے ہیں۔

"البدایہ والنہایہ" میں مذکور روایت کی سند بالکل مفقود ہے۔ اس کی تخریج معدوم۔ جس کی بنا پر اس کی صحت و عدم صحت پر فیصلہ ناممکن۔ تو بادی النظر میں اس طرح

روایت کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی سند ملی ہی نہیں۔ تو ایسی بے سند روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔

جواب سوم:۔

جس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لعن طعن کی روایات کتب میں موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسی ہی روایات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ تاریخ طبری جزء ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے۔ اَنَّ حَجَراً یَجْتَمِعُ عَلَیْہِ شِیْعَۃُ عَلِیٍّ وَیُظْھِرُوْنَ لَعْنَ مُعَاوِیَۃَ وَالْبَرَاءَۃَ مِنْہُ۔ "حجر بن عدی" نے شیعان علی کو جمع کیا۔ اور حضرت امیر معاویہ پر لعن طعن شروع کر دیا۔ اسی طرح "تاریخ کبیر امام بخاری جلد سوم ص ۳۶ باب حنظلہ" میں ہے۔ عَنْ مُغِیْرَۃَ قَالَ خَرَجَ عَدِیُّ بْنُ حَاتِمٍ وَجَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَحَنْظَلَۃُ کَاتِبُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْکُوْفَۃِ اِلٰی قَرْقِیْسِیَۃَ وَقَالُوْا لَا نُقِیْمُ بِبَلْدَۃٍ یُشْتَمُ فِیْہِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم، جریر بن عبد اللہ اور کاتب رسول اللہ حضرت حنظلہ کوفہ سے قرقیسیہ جانے کے لیے نکلے۔ اور انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ ہم کسی ایسی بستی اور شہر میں نہیں رکیں گے۔ جس میں عثمان بن عفان کو گالی دی جاتی ہو۔

جب لعن طعن کی روایات دونوں طرف سے موجود ہیں۔ تو ہمیں ان لغویات میں کسی کو ترجیح دینے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ جب کہ لعن طعن سے منع کرنے والی روایات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ تو ان تمام باتوں کو مدِ نظر رکھ کر ان روایات کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔ جو بلا سند اور مجروح ہوں۔

جن کے راویوں کے بارے میں "لاشئ"، "لیس بثقۃ"، اور شیعی محترق جیسے الفاظ مذکور ہوئے۔ لہٰذا یہ روایات قطعاً قابل اعتبار نہیں۔

جواب ۴:

اگر ان روایات کو درست بھی قرار دیا جائے۔ تو لفظ "سب" کا معنی صرف گالی گلوچ ہی نہیں۔ بلکہ "سخت کلامی" بھی آیا ہے۔ اس معنی میں ان روایات میں کچھ صداقت ہو سکتی ہے۔ لفظ "سب" کو "سخت کلامی" کے مفہوم میں لینا خود حدیث میں موجود ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ "مالِ فے" میں جھگڑتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

بخاری شریف:۔

فَلَمَّا دَخَلَا قَالَ عَبَّاسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّتِيْ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ بَنِي النَّضِيْرِ فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص۵۷۵)

ترجمہ: جب دونوں حضرات فاروق اعظم کے پاس تشریف لائے۔ تو حضرت عباس نے کہا۔ اے امیر المومنین! میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائیے۔ دونوں کا جھگڑا "بنی نضیر" کے مالِ فے میں تھا۔ اور دونوں (سب کر رہے تھے یعنی) ایک دوسرے سے سخت کلامی کر رہے تھے۔ (یہاں ایک دوسرے کو گالی دینا درست نہیں بنتا کیونکہ دونوں آپس میں چچا، بھتیجا تھے۔

"موطا امام مالک" میں ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم "تبوک" کی طرف روانہ ہوئے۔ تو آپ نے ساتھیوں سے فرمایا۔ تم انشاء اللہ کل "چشمہ تبوک" پر پہنچ جاؤ گے۔ لیکن چاشت کے وقت کے بعد۔ پھر فرمایا۔ میرے آنے سے قبل پانی کو ہاتھ نہ لگانا۔

فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا اِلَيْهَا رَجُلَانِ وَ الْعَيْنُ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ فَسَاَلَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَاءِهَا شَيْئًا فَقَالَا نَعَمْ فَسَبَّهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ۔

ترجمہ: ہم وہاں پہنچے۔ اور ہم میں دو آدمی پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ چشمہ کا پانی چمک رہا تھا۔ ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا تم نے اس کا پانی پیا۔ اور اس کو ہاتھ لگایا۔ کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے انہیں "سب" کیا یعنی ڈانٹ پلائی۔ اور اللہ نے جو چاہا۔ آپ نے انہیں کہا۔

ان تمام سطور سے ثابت یہ ہوا۔ کہ اوّل تو مذکورہ روایات قابل استدلال نہیں۔ اور اگر کچھ صداقت ہو تو بھی اس سے مراد "سخت کلامی" ہو گی۔ جس کا مقصد یہ ہو۔ کہ یہ حضرات بعض دفعہ ایک دوسرے کے بارے میں سخت کلامی کیا کرتے تھے۔ اگرچہ عقل سلیم اور فطرت انسانی اس معنی کو بھی ان حضرات کے لیے جائز نہیں سمجھتی۔

واللہ اعلم بالصواب

باب ہفتم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے شیعہ مطاعن

طعن اول

امام برحق سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کرنے کی وجہ سے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) باغی ٹھہرے۔

تمام اہل سنت وجماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین اور اپنا امام برحق مانتے ہیں۔ حالانکہ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے امام برحق اور خلیفۃ المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بلاوجہ مخالفت کی تھی۔ صرف مخالفت پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے خلاف صف آرا بھی ہوئے اور جنگ بھی کی۔ ادھر اسلامی نظام حکومت کا ایک مسلمہ قانون یہ ہے کہ جو شخص بھی امام برحق کی مخالفت کرے وہ باغی ہے اور بغاوت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس مسلمہ اصول کو مدنظر رکھا جائے اور امیر معاویہ کے معاملہ کو اس پر پرکھا جائے تو بالکل صاف طور پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جناب امیر معاویہ نے خلیفہ و امام برحق کی مخالفت کر کے دین اسلام کی مخالفت مول لی۔ ایسے باغی اور مخالف اسلام شخص کو جو بھی اپنا امام سمجھتا ہے وہ یوں تصور کیا جائے گا کہ اس شخص کا نہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے کوئی واسطہ بلکہ وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی بھی تعلق نہیں رکھتا۔

جواب :

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا

کا عقیدہ یہ ہے کہ جس دور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز تھے۔ اس دور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت برحق نہ تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو بھی امیر معاویہ امام برحق نہیں تھے لیکن جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت سے دست بردار ہوئے اور خلافت کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی امام برحق تھے اور پھر تادمِ آخر آپ بلا شرکت غیرے امتِ مسلمہ کے خلیفہ رہے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے دور میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ عمدہ سلوک کیا اور آخری دم تک حسنِ سلوک میں کمی نہ آنے دی اور مقتل ابی مخنف ص۔۔ مطبوعہ نجف کے مطابق جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان حضرات کو ہر سال مختلف اجناس خوردنی وغیرہ کے علاوہ دس لاکھ سونے کے دینار ارسال کرتے رہے اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما ان تحائف اور ہدایا کو بخوشی قبول کرتے رہے اور اس رقمِ کثیر سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اپنے خانگی اخراجات کو پورا کرنے کے علاوہ اپنے قرضہ جات بھی ادا کرتے رہے اور مزید یہ کہ انہی دیناروں سے اپنے شیعوں کی بوجہ غربت مالی مدد بھی فرماتے رہے۔

(جلاء العیون جلد اول)

یہ تو تھا وہ عقیدہ جو اہل سنت وجماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کے بارے میں رکھتے ہیں۔ عقیدہ کی وضاحت کے بعد طعن میں مذکور دوسری باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے مختصر طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ پورے طعن میں بطور خلاصہ دو ہی باتیں ہیں جو معترض کا سہارا بنتی ہیں۔

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ کیوں لڑی؟

۲۔ جب اس جنگ کی وجہ سے امیر معاویہ امام برحق کے باغی ٹھہرے جس کی بنا پر وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے تو پھر ایسے باغی اور دائرۂ اسلام سے خارج شخص کو اُمتِ مسلمہ کا خلیفہ ماننا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ چہ جائیکہ ان کو خلیفۃ المسلمین برحق کہا جائے؟

جنگِ صفین کا پس منظر از کتبِ شیعہ:

الاخبار الطوال | عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر جب شام پہنچی تو امیر معاویہ نے چاہا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو فوراً سزا ملنی چاہیے تو اس پر اہلِ شام نے جب امیر معاویہ کی مدد کا ارادہ کیا۔ ابو مسلم خولانی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو کہ اہلِ شام کے دیندار لوگوں میں سے تھا اور اس کے ساتھ دینداروں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اس نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہو۔ تم کیسے ان سے جنگ کر سکتے ہو جبکہ تمہارے لیے ان پر کوئی فضیلت نہیں۔ اس کا امیر معاویہ نے یوں جواب دیا:

"لَسْتُ اَدَّعِیْ اَنِّیْ مِثْلُہٗ فِی الْفَضْلِ وَلٰکِنْ ھَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ عُثْمَانَ قُتِلَ مَظْلُوْمًا؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَلْیَدْفَعْ لَنَا قَتَلَتَہٗ حَتّٰی نُسَلِّمَ اِلَیْہِ ھٰذَا الْاَمْرَ"

یعنی میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں مثل علی ہوں لیکن تم جانتے ہو کہ عثمان غنی کو ظلماً شہید کیا گیا۔ انہوں نے کہا بالکل صحیح ہے۔ امیر معاویہ نے فرمایا کہ حضرت علی کو چاہیے کہ عثمان غنی کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم امرِ خلافت ان کے سپرد کر کے ان کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیں گے۔

ابو مسلم نے امیر معاویہ سے کہا یہ سوال آپ مجھے لکھ دیں تو میں خود حضرت علی کے پاس

سے کر جاتا ہوں۔ لہٰذا امیر معاویہ نے یوں خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من معاویۃ ابن ابی سفیان الیٰ علی بن ابی طالب۔ السلام علیکم یعنی یہ خط امیر معاویہ کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف ہے۔ میں حمد کرتا ہوں اس ذات کی جس کا کوئی شریک نہیں۔ بعدازیں عرض ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تمہارے محلہ میں ہوئی۔ جب کہ تم نے ان کی چیخ وپکار کی آواز سنی۔ تم نے ان کی نہ قول سے مدافعت کی نہ فعل سے۔ قسم بخدا! اگر تم سچے دل سے عثمان غنی کے مسئلہ میں کھڑے ہو جاتے تو لوگوں کو ان سے دور کر سکتے تھے۔ اور اس کے برخلاف تم نے عثمان غنی کے قاتلین کو جگہ دی اور وہ تمہارے ہاتھ اور بازو اور مددگار اور دیرینہ دوست بن گئے اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تم عثمان غنی کے خون کو حلال جانتے ہو۔ اور اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ تمہارا عثمان کے قتل میں کوئی ہاتھ نہیں۔ "فَاَمْكِنَّا مِنْ قَتَلَةٍ نَقْتُلُهُمْ بِهٖ وَنَحْنُ اَسْرَعُ النَّاسِ اِلَيْكَ"۔ یعنی عثمان غنی کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو تو ہم ان کو قتل کر دیں تو سب سے پہلے ہم تمہاری بیعت کر لیں گے۔ ورنہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لیے ہمارے پاس سوائے تلوار کے کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔ قسم بخدا ہم عثمان کے قاتلوں کو سمندروں اور جزیروں میں تلاش کریں گے۔ یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیں یا ہماری روحیں اللہ کے پاس پہنچ جائیں۔ والسلام

امیر معاویہ کا یہ خط ابو مسلم خولانی کوفہ کو لے کر روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی کے پاس پہنچا اور ان کو خط دیا۔ جب حضرت علی نے خط پڑھ لیا تو ابو مسلم خولانی نے حضرت علی سے عرض کیا۔

يَا اَبَا الْحَسَنِ اِنَّكَ قَدْ قُمْتَ بِاَمْرٍ وَوَلِيْتَهٗ وَاللّٰهِ مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لِغَيْرِكَ اِنْ اَعْطَيْتَ الْحَقَّ مِنْ

نفسك ان عثمان رضی الله عنه قتل مظلوما فادفع الينا قتلته وانت اميرنا فان خالفك احد من الناس كانت ايدينا لك ناصرة والسنتنا لك شاهدة وكنت ذا عذر وحجة فقال له علي اغد علي بالغداة وامر به فانزل واكرم"

یعنی اے ابوالحسن! آپ بیشک خلیفہ بن چکے ہیں اور قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ہم آپ کے علاوہ کسی غیر کے خلیفہ بننے کو پسند نہیں کرتے بشرطیکہ آپ اپنی طرف سے عثمان کے قتل کا حق فیصلہ کر دو۔ کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ عثمان غنی ظلماً قتل ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دیں تو ہم آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر کوئی آدمی اس مسئلہ میں آپ کی مخالفت کرے تو ہمارے ہاتھ آپ کے مددگار اور ہماری زبانیں آپ کی گواہ ہوں گی اور آپ کے لیے اس مسئلہ میں عذر ہوگا اور آپ کے لیے دلیل ہوگی۔ حضرت علی نے ابومسلم خولانی سے فرمایا کہ تم کل تک میرے پاس ٹھہرو۔ لہٰذا حضرت علی کے حکم سے ابومسلم خولانی کو معزز مہمانوں کی طرح ٹھہرایا گیا اور ان کی عزت کی گئی۔

جب دوسری صبح ہوئی ابومسلم خولانی حضرت علی کے پاس اس وقت مسجد میں پہنچا کہ جس وقت ان کے پاس دس ہزار آدمی مسلح ہو کر آوازیں دے رہے تھے کہ ہم سب قاتلانِ عثمان ہیں۔ ابومسلم نے حضرت علی سے عرض کیا کہ میں ایسی قوم کو دیکھتا ہوں کہ جس پر آپ کو کوئی تسلط نہیں ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معلوم ہو چکا ہے جس مطالبہ کے لیے میں آیا ہوں اور ان لوگوں نے جو حرکت کی ہے یہ صرف اس لیے کی ہے اگر

انہیں خوف ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔

اس کے جواب میں حضرت علی نے یوں فرمایا:

اِنِّیْ ضَرَبْتُ اَنْفَ هٰذَا الْاَمْرِ وَعَیْنَهٗ فَلَمْ اَرَ یَسْتَقِیْمُ دَفْعُهُمْ اِلَیْکَ وَلَا اِلٰی غَیْرِکَ فَاجْلِسْ حَتّٰی اَکْتُبَ جَوَابَکَ۔

میں نے آپ کے سوال پر خوب غور و فکر کیا۔ میں نے یہی سمجھا ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو نہ تمہارے حوالہ کرنا مناسب ہے اور نہ تمہارے غیر کے لہٰذا تم بیٹھو میں تمہیں معاویہ کے نام خط لکھ کر دیتا ہوں۔

تو آپ نے لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم من عبد اللہ علی امیر المؤمنین الی معاویۃ بن ابی سفیان

یہ خط عبد اللہ علی بن ابی طالب کی طرف سے معاویہ کے نام ہے،

"کہ میرے پاس ابو مسلم خولانی تمہارا خط لے کر آیا جس میں تم نے ذکر کیا ہے کہ میں نے عثمان کے رحم کو قطع کیا اور لوگوں کو ان کے خلاف برانگیختہ کیا تو میں نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا۔ اللہ عثمان پر رحم کرے۔ عثمان پر لوگ ناراض تھے۔ لہٰذا انہوں نے عثمان پر جب ہجوم کیا تو میں نے عثمان کے معاملہ کو چھوڑ کر اپنے گھر میں علیحدگی اختیار کر لی۔

لیکن تم نے سوال کیا ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو تو میں اس کو یہ سمجھا ہوں کہ تم اس کے ذریعہ سے اپنی مراد حاصل کرنا چاہتے ہو اور تمہارا ارادہ حقیقت میں عثمان کے خون کا مطالبہ نہیں اور مجھے قسم ہے اپنی عمر کی اگر تم اس سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہارے ساتھ وہی سلوک

کیا جائے گا جو باغیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔ والسلام

اخبار الطوال مصنفہ احمد بن داؤد دینوری شیعی ص ۱۶۲-۱۶۳

تذکرہ واقعہ صفین مطبوعہ بغداد طبع جدید

"اخبار الطوال" کی ذکر کردہ عبارت سے مندرجہ ذیل چھ امور ثابت ہوتے ہیں ؛

۱۔ حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان تنازع کا اصل اور واحد سبب خونِ عثمان رضی اللہ عنہ تھا

۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ علم و فضل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سے بڑھ کر ہیں لیکن بات علم و فضل کی زیادتی کی نہ تھی بلکہ "خونِ عثمان رضی اللہ عنہ" جھگڑے کی بنیاد تھا۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صاف صاف لکھ بھیجا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر عثمان غنی کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم فوراً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کریں گے ۔

۴۔ جناب ابو مسلم خولانی جو ایک دیندار اور صاحب تقویٰ آدمی تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قسمیہ کہا کہ ہم آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ قاتلانِ عثمان غنی کو ہمارے سپرد کر دیں اگر آپ ہماری اس شرط کو پورا کر دیتے ہیں تو پھر ہمارے بازو آپ کے معاون اور ہماری زبانیں آپ کی گواہ ہوں گی ۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں قاتلانِ عثمان اس کثیر تعداد میں تھے کہ دس ہزار کے لگ بھگ مسلح ہو کر موجود تھے اور ان مسلح افراد نے ببانگِ دہل کہا "ہم عثمان غنی کے قاتل ہیں "

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ تو ان قاتلانِ عثمان پر قابو تھا اور نہ ہی دوسرے باغیوں پر آپ کو مکمل دسترس تھی۔ اسی کمزوری کی وجہ سے انہوں نے ان سرکشوں کو امیر معاویہؓ کے سپرداری میں دینے سے انکار کر دیا۔

حاصل کلام :

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور شامیوں کو اس بات کا شک تھا کہ قتل عثمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی طور ملوث ہیں اور اسی بناء پر ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بار بار اپنا یہ مطالبہ دہراتے رہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلانِ عثمان کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم ان کی خلافت اور پھر بیعت سے متفق ہو جائیں گے۔ صرف اتفاق ہی نہیں بلکہ پھر جو شخص بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں مخالفت کرے گا ہم اس کے مقابلہ میں حضرت علی کے مکمل طور پر ساتھ ہوں گے۔

اس کا واضح مفہوم یہی نکلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر رفقائے کار کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کوئی ذاتی عناد و رنجش نہ تھی اور نہ ہی علم و فضل میں ان کی افضلیت کے منکر تھے بلکہ بات صرف اور صرف یہ تھی کہ قتل عثمان میں یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کسی طور شرکت کا شبہ رکھتے تھے اور اس شبہ کی بناء پر وہ خون عثمان کے بدلہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس بات کی تاریخ گواہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی حضرت عثمان رضی کے چچا زاد بھائی تھے۔ اس نسبی رشتہ کی بناء پر انہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ وہ یہ مطالبہ کرتے اس لیے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب تھے۔

تردید امر اوّل یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کیوں لڑی ؟ اخبار الطوال کی مذکورہ عبارت پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے

کہ ابن ابوداؤد دینوری شیعی نے امرِ اوّل کو خود واضح کر دیا کہ ان دونوں حضرات کے مابین تنازع کا اصل محرک کیا تھا اور بنیادی کیا وجہ تھی وہ صرف ایک اجتہادی معاملہ تھا۔ باہم بغض و عناد پر مبنی نہ تھا۔ عبارت مذکورہ میں صاف موجود ہے کہ قتلِ عثمان کے ضمن میں قاتلانِ عثمان کی سپرداری کا معاملہ اور مطالبہ صرف حضرت امیر معاویہ کا تنہا نہ تھا بلکہ اہلِ شام کے صاحبانِ فہم و فراست اور حضرات اہل حل و عقد سبھی کا یہ مطالبہ تھا۔ انتہا یہ کہ جناب ابومسلم خولانی ایسے عابد و زاہد اور صاحب تقویٰ بھی اس مطالبہ کے حق میں تھے جو دلی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتہائی احترام اور ان کے محب خاص تھے۔ انہوں نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اللہ کی قسم اٹھا کر کہہ دیا کہ آپ اگر ہمارے اس مطالبہ کو مان کر قاتلانِ عثمان کو ہمارے حوالے کیے دیتے ہیں تو ہم آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ بنانا اور ماننا ہرگز پسند نہ کریں گے اور ہم آپ کی خلافت و امامت کے تحفظ کی خاطر ہر طرح سے تعاون کریں گے۔

اگر اہلِ شام کے صاحبانِ بصیرت یہ مطالبہ نہ بھی کرتے صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ مطالبہ ہوتا تو بھی کوئی بُری بات نہ تھی کیوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رشتہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی لگتے تھے تو اپنے چچا زاد بھائی کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کا انہیں حق پہنچتا تھا لیکن اس میں جنگ تک نوبت پہنچ گئی کیوں کہ ایک طرف جو آپ مطالبہ کر رہے تھے وہ حق تھا اور شریعت نے مقتول کے ورثاء کو یہ حق تفویض کیا ہے تو خونِ عثمان کے مطالبہ میں حق بجانب ہوتے ہوئے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرنی چاہیے تھی کیوں کہ جب مہاجرین و انصار نے مرکزِ اسلام میں انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا تھا تو دوسرے علاقہ جات کے رہنے والے مسلمانوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر کے بیعت کر لینی چاہیے تھی اسی طرح ہر معاملہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی بیعت کر لینی چاہیے تھی۔ بعد ازیں وہ خونِ عثمان کا

مطالبہ کر سکتے تھے لیکن انہوں نے خونِ عثمان کے مطالبہ کو اولیت دی اور اس سے بیعت کی خاطر دستبرداری روا نہ رکھی۔ لہٰذا یوں وہ ایک اجتہادی خطا کر بیٹھے جس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں رونما ہوا۔

جمہور اہلِ سنّت کا یہی مسلک ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے خلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو جنگ لڑی یہ ان کی اجتہادی خطا پر مبنی تھی۔ اور امتِ مسلمہ کا قانون ہے کہ مجتہد اجتہادی خطا سرزد ہونے سے فاسق و فاجر نہیں ہوجاتا بلکہ نیت کی درستگی اور تلاشِ حق کی بناء پر اسے اس کوشش کا بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔ جو کسی دوسرے کو خطا نظر آئے۔

تردید امر دوم | یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغاوت کی اور خلیفۂ برحق کی بغاوت کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے تو جب بوجہ بغاوت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خارج از اسلام ٹھہرے تو پھر انہیں خلیفہ ماننا کیوں کر صحیح ہے ؟

سو اس بارے میں عرض ہے کہ "باغی" کو کافر و مشرک کے معنی میں نہ تو کسی لغت نے ذکر کیا اور نہ ہی آیاتِ قرآنیہ میں اس لفظ کو اس مفہوم میں کہیں بیان کیا گیا۔ لہٰذا باغی کا معنی دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا بالکل لغو اور سراسر باطل ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ لفظ باغی (اور بغاوت) کا مفہوم پہلے عربی لغت کی کتب سے پیش کروں اور پھر آیاتِ قرآنیہ سے اس کی توثیق کروں اور آخر میں ائمہ اہلِ بیت کے اقوال و ارشادات سے اس کا فیصلہ کروں تاکہ قارئین کرام اس سے مکمل استفادہ کرسکیں اور اس مشکل و دقیق بحث کو سمجھنے میں دقت محسوس نہ کریں۔

لغتِ عرب میں "بغی" کا استعمال

لسان العرب | وَالْبَغْيُ التَّعَدِّيْ وَبَغَى الرَّجُلُ

عَلَيْنَا بَغْيًا عَدَلَ عَنِ الْحَقِّ وَ اَصْلُ الْبَغْيِ مُجَاوَزَةُ الْحَدِّ وَ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لِرَجُلٍ اَنَا اَبْغَضُكَ قَالَ لِمَ؟ قَالَ لِاَنَّكَ تَبْغِيْ فِيْ اَذَانِكَ - اَرَادَ التَّطْرِيْبَ فِيْهِ وَ التَّمْدِيْدَ مِنْ تَجَاوُزِ الْحَدِّ -

(لسان العرب لابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم جلد ۱۴ صفحہ ۷۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بغاوت کا اصل (لغوی معنی) زیادتی ہے اور محاورہ ہے کہ آدمی نے ہم پر بغاوت کی بغاوت کرنا۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص حق سے پھر جائے۔ اور "بغی" کا اصلی مفہوم حد سے بڑھنا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث میں ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو کہا میں تجھ سے ناراض ہوں۔ آدمی بولا۔ کیوں؟ فرمایا بایں وجہ کہ تو اذان میں بغاوت کرتا ہے۔ اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ شخص اذان میں سرود اور بے جا الفاظ کو کھینچ کر ادا کیا کرتا تھا۔

عرب کی اس مستند اور مشہور لغت سے یہ ثابت ہوگیا کہ "البغی" کا معنی کفر و شرک نہیں اور نہ ہی دائرۂ اسلام سے خروج ہے بلکہ اس کا معنی زیادتی کرنا ہے، اور اگر بقولِ معترض یہ مان لیا جائے کہ باغی کافر و مشرک کو کہتے ہیں تو پھر صاحب لسان العرب نے جو اذان میں الفاظِ اذان کو لمبا کرنے اور ان کو سُر سے ادا کرنے کو بغاوت ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد کیا ہوگی؟ کیا اس طرح سے اذان دینے والا دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر و مشرک ہوگا؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ "البغی" کا معنی کفر و شرک کرنا لغت عرب کے خلاف ہے اور بالکل باطل ہے۔

لفظ "البغی" قرآنی آیات میں

آیت نمبر ۱:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔

(پ ۲۶ ۔ سورۃ الحجرات)

ترجمہ:

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان کے مابین صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک، دوسرے پر زیادتی کرے۔ تو اس سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو تاآنکہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف رجوع کرے تو انصاف سے ان دونوں کے مابین اصلاح کر دو اور عدالت برتو۔ بے شک اللہ عدالت برتنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعی)

قرآن پاک کے اس مقام پر فَاِنْ بَغَتْ اور تَبْغِىْ کا ترجمہ خود شیعی مترجم، "زیادتی کرنا" کر رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کا یہی معنی اصل ہے۔ اور تمام مفسرین و اہلِ لغت کا تسلیم شدہ یہی معنی ہے اور ہرگز ہرگز اس لفظ کا معنی کفر و شرک اور اسلام سے خروج نہیں ہے۔ مزید تسلی و وضاحت کے لیے ہم شیعہ تفاسیر کی اس مقام پر چند عبارات نقل کیے دیتے ہیں تاکہ قارئینِ کرام اور معترض پر بات بالکل ظاہر و باہر ہو جائے اور تارِ عنکبوت کی طرح اعتراض کے تانے بانے اِدھر اُدھر بکھر جائیں۔

تفسیر صافی :

فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى اَیْ تَعَدَّتْ عَلَیْهَا

ترجمہ : ایک گروہ اگر دوسرے پر بغاوت یعنی زیادتی کرے۔

فروع کافی :

اِنَّمَا جَاءَ تَاْوِیْلُ هٰذِهِ الْاٰیَةِ یَوْمَ الْبَصْرَةِ وَهُمْ اَهْلُ هٰذِهِ الْاٰیَةِ وَهُمُ الَّذِیْنَ بَغَوْا عَلٰى اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

(فروع کافی جلد ۸ صفحہ ۱۸۰ کتاب الروضہ الذین خرجوا یوم البصرۃ ھم البا غون مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ : بے شک اس آیت کریمہ کی تفسیر یوم بصرہ کے متعلق ہے۔ اور وہی لوگ اس آیت کے مصداق بنتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے بغاوت کی۔

آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے جو شیعی مفسر" ملا کلینی رازی" نے لکھا کہ ان دونوں گروہوں سے مراد بصرہ کے رہنے والے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ کہاں تک درست ہے کیوں کہ اس آیت کا اہل بصرہ کو مصداق بنانا اور انہیں یوں قرآن کی زبان سے باغی ثابت کرنا اور ان کے مقابل لڑنے والے گروہ کو "شیعان علی" گردانا اس سے مفسر کی اپنی مذہبی عصبیت صاف نظر آرہی ہے بہر حال دبے انداز میں یا بے خبری کے عالم میں یہ بھی مانا جا رہا ہے کہ یہ دونوں گروہ

"مومن" تھے۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ان دونوں گروہوں کے باہمی قتال کو ذکر کرتے ہوئے یوں فرمایا "طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" یعنی مومنین کے دو گروہ۔ تو اگر بغاوت بمعنی قتال کو ذکر کرتے ہو۔ تو اس مقام پر بغاوت کرنے والوں کو مومن ہی کہا جائے گا۔ لطف یہ ہے کہ شیعی مفسر کی تفسیر کے مطابق اس آیت کریمہ میں باغی بھی انہیں کہا گیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل لڑنے والے تھے۔ اگر یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف لڑ کر بھی مومن ہی رہے کافر و مشرک نہ ہوئے اور دائرۂ اسلام سے ان کو اللہ تعالیٰ نے خارج نہ کیا۔ تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے وہ ساتھی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ پر جنگ صفین میں آئے وہ کافر و مشرک کس طرح ہو گئے۔

سہ الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

آیت نمبر ۲:

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۔ (پ۔ ع)

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر کسی طرح بے جا زیادتی نہ کرو۔

(ترجمہ مقبول شیعی صفحہ ۹۹)

آیت نمبر ۳:

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۔ (پ۔ ع)

ترجمہ: اور جو شخص کسی کو اتنی ہی ایذا دے جتنی اس کو ایذا دی گئی پھر اس پر زیادتی کی جائے تو خدا اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے

الحاصل : قرآن مجید کی آیات سے بھی اس امر کی توثیق و تصدیق ہو گئی کہ "البغی" کا معنی زیادتی ہی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ لغت عرب اور قرآن مجید کی نصوص سے بالاجماع ثابت ہے کہ "الباغی" زیادتی کرنے والے کو کہتے ہیں اور یہی مسلک ہم اہلسنت وجماعت کا ہے کیوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو جنگ کی۔ اس میں وہ اپنے اجتہاد کی رو سے حق پر تھے لیکن حقیقت یہ تھی کہ جب مہاجرین و انصار تمام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی تو اس عمومی بیعت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت "خلافتِ حقہ" قرار پا چکی تھی۔ لہذا اس حقیقت کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے غلطی کی وجہ سے زیادتی کا ارتکاب ہو گیا۔ کیونکہ خلافتِ حقہ کے بعد اس کے خلاف بغاوت کرنا کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا۔ لہذا بایں وجہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغاوت بمعنی زیادتی ہو گئی۔ اور اس سے کسی اہل سنت کو انکار نہیں۔ اسی لیے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک قول یوں نقل کیا ہے۔

تفسیر قرطبی :-

"فَقَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُدْخُلُوْا فِي الْبَيْعَةِ۔۔ وَاطْلُبُوا الْحَقَّ تَصِلُوْا اِلَيْهِ"

(تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص ۳۱۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشخاص سے کہا۔ میری بیعت کر لو۔ اور دخولِ بیعت کے بعد اپنا حق طلب کرو۔ تمہیں اس میں کامیابی ہو جائے گی۔

اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بہتر یہ تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان کی خلافت کو تسلیم کر لیتے۔ پھر اپنا مطالبہ (یعنی خون عثمان کا بدلہ) بھی پیش کر دیتے۔ لیکن انہوں نے اپنے مطالبے سے اس لیے دست برداری نہ کی۔ کیونکہ وہ اس میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ اس وجہ سے نہیں کی کہ وہ انہیں خلافت سے دست برداری پر مجبور کرنا چاہتے تھے۔ اور خود خلیفہ بننے کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔ نہیں نہیں بلکہ صرف اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے اس حق کی وصولی کے لیے یہ سب کچھ ہوا۔ ایسے ہی "اجتہادی غلطی" کہتے ہیں۔ اور اس حق کی خاطر ان سے زیادتی ہو گئی۔ وہ ایسی زیادتی نہیں۔ کہ جس کی وجہ سے انہیں دائرہ اسلام سے ہی نکال باہر پھینکا جائے۔ بلکہ از روئے قاعدہ "اجتہادی خطا" بھی ثواب و اجر کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

تنبیہ:-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے واقع خطاء اجتہادی کی صورت میں جو ان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ وہ جس کی انتہاء حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے سبکدوشی تک ہے۔ اور دوسرا حصہ اس سے آگے شروع ہو کر تا اختتام خلافتِ معاویہ ہے۔ جہاں تک پہلے حصہ کا تعلق ہے۔ تو اس دور کی خلافت "خلافت حق" تھی۔ لیکن جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست برداری فرما لی۔ اور دونوں بھائیوں وغیرہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ تو ان چند سالوں کی خلافت اور حکومت حق پر تھی۔ اور آپ ہی خلیفہ برحق تھے۔ خلافت کے اس دور کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا بیعت کر لینا تھی۔ اور اس امر کی تائید و تصدیق شیعہ مذہب

کی کتابیں بھی کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

رجال کشی :-

فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ اِنَّهُ اِمَامِيْ يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(رجال کشی ص۱۰۲ تذکرہ قیس بن سعد بن عبادہ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:۔ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک خطیب نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے حسن! اٹھیے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کیجئے۔ یہ سن کر امام موصوف اٹھے۔ اور بیعت کر لی۔ پھر یہی بات خطیب نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہی۔ چنانچہ یہ بھی اٹھے۔ اور بیعت کر لی۔ اس کے بعد خطیب مذکور نے کہا۔ اے قیس! اب تم بھی اٹھو۔ اور بیعت کرو۔ یہ سن کر قیس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اس غرض سے دیکھا۔ کہ وہ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے قیس! امام حسن رضی اللہ عنہ میرے امام ہیں۔ (اس لیے جب وہ بیعت کر چکے۔ اور ان کی اتباع میں میں نے بھی بیعت کر لی۔ تو پھر تمہیں بیعت کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے اور کس قسم کی اجازت چاہیئے۔ اٹھو

اور فوراً بیعت کرلو۔)

"رجال کشی"، کی مذکورہ عبارت سے بالکل واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اور بیعت کر کے یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ دونوں حضرات انہیں خلیفۂ برحق اور امام صادق مانتے تھے۔ میدان کربلا میں امام عالی مقام نے یزید کی بیعت نہ کی۔ اور بمعہ دیگر احباب کے جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا۔ کہ یزید کی خلافت و امامت کو امام موصوف برحق نہ سمجھتے تھے۔ تو جس طرح یہاں ناحق خلافت و امامت کے وقت بیعت نہ کی۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت ناحق ہوتی۔ تو کبھی بھی یہ حضرات اپنا ہاتھ بیعت کی خاطر امیر معاویہ کے ہاتھوں میں نہ دیتے۔ لہٰذا جب حسنین کریمین نے حضرت امیر معاویہ کو امام عادل اور خلیفۂ برحق سمجھ کر بیعت کرلی۔ تو پھر کسی ایرے غیرے کی کیا گنجائش کہ وہ یہ کہے کہ امیر معاویہ کی خلافت ناحق تھی اور ان کی امامت ناجائز تھی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کے متعلق آئمہ اہل بیت کے ارشادات

قرب الاسناد:۔

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ يَنْسِبُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ حَرْبِهٖ اِلَى الشِّرْكِ وَلَا اِلَى النِّفَاقِ وَلٰكِنْ يَقُوْلُ هُمْ

اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا۔

(قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر
القمی ص۴۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والدِ بزرگوار سے روایت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں میں سے کسی کو بھی شرک و کفر کی طرف منسوب نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی کو ان میں سے آپ نے کبھی منافق کہا۔ لیکن جب کبھی ان کا ذکر ہوتا۔ تو فرماتے۔ وہ ہمارے ہی بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم سے بغاوت (زیادتی) کی:۔

وضاحت:۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھیوں کو کہ جنہوں نے جنگ صفین میں حصہ لیا۔ نہ تو مشرک و کافر کہتے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو منافق تک کہا۔ بلکہ اپنے دینی بھائی فرما کر یہ ثابت کر دکھایا۔ کہ وہ قطعی مومن اور پکے دیندار تھے۔ ورنہ انہیں اپنے بھائی نہ فرماتے۔ اور پھر آخر میں اُن کے ایمان کی پختگی ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ ان سے کچھ ہم پر زیادتی ہوگئی۔ دراصل یہی زیادتی وہ ہے۔ جسے معترض ”بغاوت“ کے لفظ سے بہت دور لے گیا۔ حالانکہ اگر بغاوت سے کفر و شرک لازم آتا۔ تو پھر انہیں بھائی کہنا کہاں درست ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی درست ہے۔ یا معترض کا حیلہ بہانہ اور بغض و عداوت؟ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد برحق ہے۔ اور یقیناً برحق ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ جنگ صفین اور جنگ جمل کے سب شرکاء مومن اور پکے دیندار تھے۔ (وباللہ التوفیق)

قرب الاسناد:۔

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ كَانَ یَقُوْلُ لِاَهْلِ حَرْبِہٖ اِنَّا لَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَنِ التَّكْفِیْرِ وَلَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِیْرِ لَنَا وَلٰكِنَّا رَاَیْنَا اَنَّا عَلٰى حَقٍّ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ عَلٰى حَقٍّ.

(قرب الاسناد ص۴۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ساتھ لڑنے والوں کا اس انداز سے ذکر کرتے تھے۔ کہ ہم نے اُن سے اس وجہ سے لڑائی نہیں کی۔ کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے۔ اور نہ ہی ہم انہیں کافر قرار دے کر لڑے۔ بلکہ ہوا یوں کہ انہوں نے خود کو حق پر جانا اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ (دونوں فریق حق کی خاطر اور حق پر ہوتے ہوئے ٹکرا گئے۔ کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔)

توضیح:۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے دو باتیں بالکل ظاہر و باہر ہو گئیں۔ اول یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی لڑائی (اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخاصمت) اور ان کے رفقاء کے ساتھ ان کی لڑائی اس بنا پر نہ تھی۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو معاذ اللہ کافر سمجھتے تھے۔ بلکہ صرف اس وجہ سے ہوئی۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بمعہ اپنے رفقاء کے حضرت عثمان غنی کے قصاص کے معاملہ میں

اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ اور سیدنا علی المرتضیٰ اپنے طور پر اپنے آپ کو حق پر گردانتے تھے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امیر معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ حق کی خاطر لڑائی مول لی۔ اور قطعاً وہ اپنے آپ کو باطل پر نہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا جب کوئی شخص اپنے آپ کو حق پر جانتے ہوئے کوئی ایسا فعل یا کوئی ایسی بات کر ڈالتا ہے۔ جو اس حق کو حاصل کرنے کی خاطر سرانجام دیتا ہے۔ تو نیت کے خلوص کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر وہی قول و فعل حقیقت میں حق کے مطابق نہ ہو۔ تو پھر ایسے میں یہ "خطائے اجتہادی" کہلاتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین جنگ کسی باہمی عناد اور اختلافِ دین کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ اجتہادی غلطی کی وجہ سے واقع ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے کہ وہ حق پر تھے۔ اور اپنی رائے میں اسی کو حق سمجھتے تھے۔ پھر بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر لڑنے والا نہ فرمایا۔ بلکہ انہیں ان کی اپنی رائے کے مطابق حق پر ہی گردانا۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آخر دم تک اپنی رائے پر قائم رہے۔ جو بقول علی المرتضیٰ حق تھی۔ اس لیے آپ کو باغی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یعنی وہ باغی جو خلیفہ برحق کے خلاف ناحق بلوہ کھڑا کر دے۔ اور امت مسلمہ میں انتشار کا باعث بنے۔ لیکن بعد میں تاریخی اور واقعاتی شواہد سے یہ پتہ چلا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے صائب اور درست نہ تھی، اس لیے علمائے اہل سنت نے اس بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتہادی سرزد ہوئی۔ جسے وہ خود خطاء نہ سمجھتے تھے۔ اگر وہ خود کو خطاء پر سمجھتے۔ تو اس سے رجوع فرما لیتے۔ اسی عقیدہ کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس مندرجہ بالا ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

جنگ صفین کے اختتام کے بعد حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا وہ فیصلہ جو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاءِ کار کے متعلق مختلف ممالک اسلامیہ کو روانہ کیا۔

نہج البلاغہ:۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهٗ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ يَقُصُّ فِيْهِ مَا جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَهْلِ صِفِّيْنَ وَكَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَ نَبِيَّنَا وَاحِدٌ دَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَ لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بُرَاءٌ۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص۴۶۷
مطبوعہ یوسفی دہلی)

ترجمہ: اکثر شہروں کے معززین کو حضرت نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں ماجرائے جنگ صفین کا بیان ہے ہماری اس ملاقات (لڑائی) کی ابتداء

جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی۔ کیا تھی۔؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ہمارا اور اُن کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوتِ اسلام ایک ہے۔ وجیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی) ہم خدا پر ایمان لانے، اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں نہ وہ ہم پر فضل و زیادتی کے طلب گار ہیں ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ گروہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خونِ عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔

لمحہ فکریہ:۔

قارئین کرام! حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اور تحریر اُس وقت بر سر عام آئی۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین ہونے والی جنگ سرد پڑ چکی تھی۔ اور حالت امن قائم ہو گئی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امت مسلمہ کی بھلائی اور انہیں باہمی خلفشار سے بچانے کے لیے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ اس خط کے ذریعہ آپ مملکت اسلامیہ کے تمام بڑے بڑے شہروں کے حکمرانوں کے ذریعہ پوری امت مسلمہ کو یہ بتلانا چاہتے تھے۔ کہ میرے اور امیر معاویہ کے درمیان جو جنگ ہوئی۔ وہ کفر و اسلام اور حق و باطل کی جنگ نہ تھی۔ ہم میں سے ہر ایک فریق صاحبِ ایمان اور پختہ مسلمان تھا۔ نہ وہ ہم سے ایمان و اسلام کی زیادتی کے دعوے دار اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی تھے۔

اگر میں (راقم الحروف) حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی اس تحریر کے بارے میں اپنے دل کی بات کہوں۔ تو امید ہے۔ کہ قارئین کرام اس کو ضرور سراہیں گے۔ اور اس کی تائید بھی کریں گے۔ وہ یہ کہ اللہ رب العزت نے اس باب العلم رضی اللہ عنہ کو

وہ بصیرت عطا فرمائی تھی۔ اور ایسا علم لدنی عطا فرمایا تھا۔ کہ جس کی وجہ سے آپ یہ جانتے تھے کہ ایک دور آئے گا۔ کہ کچھ "نام نہاد محبانِ علی" اپنی جھوٹی محبت کی آڑ لے کر حضور فداہ امی وابی کے صحابہ پر تنقید و تنقیص کا سوچیں گے۔ اور اپنے خبث باطنی کی بنا پر وہ کفر و نفاق کے فتوے لگانے سے بھی نہ چوکیں گے۔ پھر اس پر ان کی ڈھٹائی قابل دید نی یہ ہو گی کہ وہ یہ خرافات میرے حوالے سے بیان کریں گے۔ اور میری آل و اولاد کو اس میں استعمال کرنے کی مذموم کوشش کریں گے آپ نے "اتقوا بفراسة المومن فانه ینظر بنور الله" کے لطفِ ایزدی اور عطائے ربانی سے اسی وقت اس کو بھانپ کر صاف صاف فرما دیا۔ کہ اہل شام اور میرے درمیان جو لڑائی ہوئی۔ ہم میں اور ان میں ایمان و اسلام کا کوئی فرق نہیں۔ جیسا ان کا رب ایک ویسا ہی ہمارا بھی ایک ہے۔ جیسے وہ اللہ کی تصدیق اور اس کے رسول مقبول کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم ان سے اس میں زیادتی کے دعوے دار نہیں۔ اور جس اسلام کی دعوت وہ دیتے ہیں۔ ہم بھی اسی اسلام کے داعی ہیں۔ ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ اس قدر واضح ہیں۔ کہ انہیں پڑھ سن کر کوئی شخص بھی کہ جس کے دل میں تھوڑی سی بھی ایمان کی رمق ہو گی۔ وہ یہ ہرگز نہیں کہے گا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر رفقاء معاذ اللہ کافر یا منافق تھے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ارشاد کے مطابق خود اقرار فرما رہے ہیں۔ کہ ایمان باللہ و تصدیق و دعوتِ اسلام میں ہم ان پر زیادتی کے علمبردار نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نفس ایمان و تصدیق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوئی فرقِ مراتب نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ اعمال صالحہ کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل و اعلیٰ ہیں۔ لیکن ایمان و تصدیق میں آپ امیر معاویہ سے زیادتی کے دعوے دار نہیں

اس عظیم ارشاد کے بعد اگر پھر بھی کوئی دریدہ دہن یہ کہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر رفقائے کار ناقص الایمان یا بالکل بے ایمان تھے۔ (معاذ اللہ) تو پھر ایسے بدزبان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان و تصدیق کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ایمان اور امیر معاویہ کے ایمان کو برابر قرار دے رہے ہیں۔ اور ان کی تصدیق کو اپنی تصدیق سے فروتر اور کم درجہ نہیں سمجھتے۔ جب تو امیر معاویہ کے بارے ناقص الایمان یا مفقود الایمان ہونے کا قائل اور معتقد ہے۔ تو اسی مساوات سے حضرت علی المرتضیٰ کو بھی یہی کہے گا۔ تیری محبت نے کیا کیا گل کھلائے۔ نہ محبوب کو بخشا اور نہ اس کے ساتھیوں کو معاف کیا۔ کیا یہ سب کچھ تیرے اپنے باطن کا حال ظاہر نہیں ہو رہا؟ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ منہ بد ذائقہ ہو۔ تو ہر میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے۔ قوت شامہ معطل ہو یا متعفن ہو۔ تو پھولوں کی مہک بھی بدبو لگے گی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے اور امیر معاویہ کے درمیان ایمان و تصدیق اور دعوت اسلام میں فرق نہ جانیں۔ اور ایک قتل عثمان کی غلط فہمی کو جنگ کا سبب قرار دیں۔ اور تو اس کو کفر و اسلام کی ٹکر کہے۔ بخدا! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے بارے میں بالکل صاف تھے۔ اور انہیں مومن و مسلمان سمجھتے تھے۔ اور یہی حق ہے۔ اور اسی کی اتباع چاہیئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جنگِ صفین کے شرکاء کے بارے میں اہلسنت وجماعت کا مسلک

تفسیر قرطبی:۔

قَالَ الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ سُئِلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُمُ الْقُدْوَةُ عَنْ قِتَالِ اَهْلِ الْبَغْيِ مِنْ اَهْلِ الْجَمَلِ وَصِفِّيْنَ اَمُشْرِكُوْنَ هُمْ؟ قَالَ لَا مِنَ الشِّرْكِ فَرُّوْا فَقِيْلَ اَمُنَافِقُوْنَ؟ قَالَ لَا لِاَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا، قِيْلَ لَهٗ فَمَا حَالُهُمْ قَالَ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا۔

(۱۔ تفسیر قرطبی جزء ۱۶ ص ۳۲۴ سورۃ الحجرات زیرِ آیت "انما المومنون اخوۃ" مطبوعہ قاہرہ)

(۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۸ ص ۱۷۳ کتاب قتال اہل البغی مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:۔ حارث اعور کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین کے شرکاء کے بارے میں پوچھا گیا جنہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے مقابل لشکروں کے

کرتا دھرتا تھے۔ کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا نہیں وہ تو شرک سے دور نکل بھاگ گئے ہیں۔ (یعنی شرک اب ان کے قریب پھٹک تک نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔) پھر پوچھا گیا اچھا تو وہ منافق ہوں گے۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ کیونکہ منافقین تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں (اور دونوں جنگوں کے شرکاء کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں) پھر دریافت کیا گیا۔ پھر ان کی کیا حالت ہے۔؟ فرمایا۔ ہمارے ہی بھائی ہیں۔ جنہوں نے ہم سے بغاوت (زیادتی) کی۔

مجمع الزوائد:۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَتْلَاىَ وَ قَتْلٰى مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهٗ وُثِّقُوْا۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد حافظ ابوبکر الہیثمی جلد ۵ جزء ۹ ص ۳۵۷ در باب ماجاء فی معاویۃ بن سفیان" مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ یزید بن اصم راوی نے کہا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان لڑائی میں قتال کرنے والے اور شہید ہونے والے تمام جنتی ہیں۔ اس روایت کو امام طبرانی نے ذکر کیا۔ اور اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا گیا۔

اہل سنت وجماعت کی کتب میں یوں تو بہت سی روایات اس موضوع پر موجود ہیں لیکن ہم نے بطور نمونہ جو دو روایات ذکر کیں۔ ان کے مفہوم کو آپ نے پڑھ لیا۔ خاص کر مجمع الزوائد کی روایت کہ جس کے راویوں کی ثقاہت بھی ساتھ ہی موجود ہے۔ ان دونوں روایات میں واضح طور پر یہ کہا گیا۔ کہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو جو جنگ صفین میں شریک تھے۔ اور ایک دوسرے کے ہاتھوں شہید ہوئے صاف صاف جنتی فرمایا۔ تو ہماری ان روایات اور کتب شیعہ سے ذکر کردہ روایات کا منبع حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ دونوں طبقوں نے جو اس بارے میں روایات ذکر کیں۔ اُن سے صاف صاف عیاں کہ اہل سنت وجماعت اور اہل تشیع دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے تمام رفقاء مومن اور جنتی ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کے بارے میں زبان لعن طعن دراز کرنا دراصل انہیں تو ملعون نہ بنائے گا بلکہ خود کہنے والا اپنی زبان سے اپنے اوپر لعن طعن کر رہا ہے۔ کیونکہ احادیث میں موجود ہے۔ جو کسی ایسے شخص پر لعن طعن کرتا ہے۔ جو اس کا مستحق نہیں۔ تو لعنت لوٹ کر اسی پر پڑتی ہے۔ جو لعنت کر رہا ہوتا ہے۔ خود کتب شیعہ اس مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

قرب الاسناد:

قَالَ (اَبُوْعَبْدُ اللهِ) اَبِیْ اَنَّ اللَّعْنَةَ اِذَا خَرَجَتْ مِنْ صَاحِبِهَا تَرَدَّدَتْ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الَّذِىْ يُلْعَنُ فَاِنْ وَجَدَتْ مَسَاغًا وَ اِلَّا عَادَتْ اِلٰى صَاحِبِهَا وَكَانَ

اَحَقَّ بِهَا فَاحْذَرُوْا اَنْ تَلْعَنُوْا مُؤْمِنًا فَيَحِلُّ بِكُمْ۔

(۱۔ قرب الاسناد ص ۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حلیۃ المتقین ص ۲۴۱ (رعایت حقوق مومنان) طبع قدیم ایران)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی لعنت کرنے والا کسی پر لعنت کرتا ہے۔ تو وہ لعنت ان دونوں یعنی لعنت کرنے والے اور جس پر لعنت کی گئی کے درمیان پھرتی ہے۔ اگر اسے کوئی راستہ مل جائے۔ (اور ایسی وجہ لعنت کئے جانے والے میں پالے۔ جو لعنت کا سبب بن سکتی ہے) تو اس کی طرف چلی جاتی ہے۔) اور اگر اس کی طرف کوئی راستہ نہ ملے۔ تو جس نے کہی۔ اسی پر پلٹ جاتی ہے۔ اور وہی اس کا زیادہ حق دار بھی ہے۔ لہٰذا کسی مومن پر لعنت کرنے سے حد درجہ احتیاط برتو کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ وہ لعنت خود تم پر آن پڑے۔

روایات بالا میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق یہ بات ظاہر ہے۔ کہ آپ کسی مومن پر لعنت بھیجنے سے بڑی احتیاط کا حکم دے رہے ہیں۔ ورنہ وہ لعنت خود بھیجنے والے پر واقع ہو جائے گی۔ اب جبکہ کتب شیعہ اور کتب اہل سنت سے یہ بات بالاتفاق ثابت ہو چکی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء تعلی اور پکے مومن ہیں۔ اور جنتی ہیں۔

تو پھر ان حضرات پر زبان لعن و طعن دراز کرنا "و فحل ملحون" نہیں تو اور

کیا ہے؟

لہٰذا ان لوگوں سے مجھے امید ہے جو اس قسم کی واہی تباہی کہتے سنتے اور لکھتے پڑھتے ہیں۔ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ باز آجائیں گے۔ ورنہ ان کے اس طرز سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کا تو کچھ نہ بگڑے گا۔ بلکہ خود کہنے والا ر"ملعون" ہوگا۔ بھلے کی بات جہاں سے بھی ملے۔ لے لینی چاہیئے۔ پھر جب ہمارے تمہارے سب کے محترم کہیں۔ اس سے اعراض ابدی ذلت کے سوا کچھ عطا نہ کرے گا۔

(وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم)

❋

طعن دوم

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ کو قتل کرنے کی وجہ سے امیر معاویہ نص قطعی کے مطابق باغی ہیں۔

فتح القدیر:۔

وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِعَمَّارٍ سَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَقَدْ قَتَلَهٗ اَصْحَابُ مُعَاوِيَةَ يُصَرِّحُ بِاَنَّهُمْ بُغَاةٌ۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ جلد ۵ ص ۴۱۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا عنقریب تمہیں باغیوں کا ایک گروہ قتل کرے گا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے قتل کیا۔ اس سے صراحۃً ثابت ہو گیا۔ کہ قاتلان عمار بن یاسر باغی ہیں۔

حدیث بالا اہل سنت و جماعت کے ایک مسلّم و محقق امام جناب ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایسی کتاب میں اس کو ذکر کیا۔ جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں ہے۔ اور "فتح القدیر" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں دو ٹوک انداز میں اس بات کی صراحت ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے تمام لشکری باغی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوگئی۔ لہذا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل کے جرم کی وجہ سے یہ حضرات باغی قرار پائے۔ اس لیے انہیں باغی قرار نہ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو جھٹلانا ہے۔ اور اہل سنت کے ایک عظیم امام کے نقل کرنے کی بنا پر اس کو اور تقویت مل جاتی ہے۔

جواب :-

حدیث مذکور میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ اولاً یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کار باغی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اس حدیث کی روشنی میں ان کی بغاوت بالصراحت ثابت ہوگئی۔ لیکن ان دونوں باتوں کے اندر مجموعی طور پر جس بات کو اچھالا جا رہا ہے۔ وہ ان حضرات کا باغی ہونا ہے۔ ہم گزشتہ اوراق میں اس الزام بغاوت کا تفصیل سے جائزہ پیش کر چکے ہیں۔ اور بوجہ بغاوت ان حضرات کو اسلام سے خارج قرار دینے کی تفصیل بھی رقم کر چکے ہیں۔ جس کا اعادہ فضول ہے۔ رہی یہ بات کہ اس حدیث کی رو سے ثبوتِ بغاوت کا کیا جواب ہے۔ تو اس بارے میں گزارش یہ ہے۔ کہ حدیث مذکور کہ جس کا ثبوتِ بغاوت میں سہارا لیا جا رہا ہے وہ حدیث قطعی متواتر یا مشہور تو کجا بلکہ صحیح اور خبر واحد بھی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس حدیث کے روایت کرنے والوں میں ایک راوی "معلی بن عبدالرحمٰن" ہے اس راوی کے متعلق فنِ اسماء الرجال کی کتب میں بہت واضح جرح کی گئی ہے۔ اور "کذاب" تک کہا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تہذیب التہذیب :-

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مُعِيْنٍ وَ سُئِلَ عَنْهُ فَقَالَ اَحْسَنُ اَحْوَالِهِ عِنْدِیْ اَنَّهٗ قِیْلَ لَهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَلَا تَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

تَعَالٰی فَقَالَ اَلَا اَرْجُوْا اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ وَ قَدْ وَضَعْتُ فِیْ فَضْلِ عَلِیٍّ سَبْعِیْنَ حَدِیْثًا وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَلِیٍّ الْمَدِیْنِیْ عَنْ اَبِیْہِ ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ وَ ذَھَبَ اِلٰی اَنَّہٗ کَانَ یَضَعُ الْحَدِیْثَ قَالَ وَرَمَیْتُ بِحَدِیْثِہٖ وَضَعَّفَہٗ جِدًّا۔۔۔۔۔۔۔ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ اَبِیْہِ ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ کَاَنَّ حَدِیْثَہٗ لَا اَصْلَ لَہٗ وَقَالَ مَرَّۃً مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ۔۔۔۔۔۔۔ وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِیْ ضَعِیْفٌ کَذَّابٌ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۳۸
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ابوداؤد کہتے ہیں۔ کہ جب یحییٰ بن معین سے "معلی بن عبدالرحمٰن" کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو میں اس وقت پاس بیٹھا سن رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی بہترین حالت کی ایک مثال یہ ہے۔ کہ جب بوقت مرگ اسے کسی نے کہا۔ اللہ تعالیٰ سے معافی کیوں نہیں مانگتے۔؟ کہنے لگا۔ کیا میں اپنی مغفرت سے ناامید ہو جاؤں (یعنی مجھے مغفرت مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں) کیونکہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے متعلق ستر احادیث گھڑی ہیں۔ (اتنی بڑی نیکی ہوتے ہوئے مجھے استغفار کی کیا پڑی ہے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی من گھڑت فضیلتوں کا سہارا میری مغفرت کے لیے کافی ہے اگرمعنی یوں کیا جائے۔

دو میں مغفرت کی امید بایں وجہ نہیں رکھتا۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ستر احادیث خود ساختہ اور من گھڑت لوگوں میں پھیلا دیں۔ اتنے بڑے جرم کے ہوتے ہوئے میری بخشش کیسے ہو سکتی ہے ؟ تو اس معنی کے طور پر بھی معلوم ہوا۔ کہ یہ شخص من گھڑت احادیث پیش کرنے والا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن علی المدینی اپنے والد گرامی سے ناقل کہ انہوں نے اس (معلی) کو "ضعیف الحدیث" کہا ہے۔

اور یہ بھی کہ یہ شخص احادیث خود گھڑتا تھا۔ اور فرمایا۔ کہ میں اس کی بیان کردہ حدیث کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اور اس کی بہت زیادہ تضعیف کیا کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم اپنے باپ سے راوی کہ میرے باپ بھی اس کو "ضعیف الحدیث" کہتے تھے۔ اور یہ بھی کہتے۔ کہ (معلی مذکور) کی روایت کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح "مرۃ" نے اسے "متروک الحدیث" کہا۔ اور امام دارقطنی نے "ضعیف اور کذاب" کہا ہے۔

قابل غور :۔

ناظرین و قارئین کرام آپ نے غور فرمایا ہوگا۔ کہ اس حدیث کے ایک راوی "معلی" نامی کے متعلق ناقدین احادیث نے کس قدر گرفت فرمائی۔ اور اسے ایسا شخص قرار دیا۔ جو خود حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ اس شخص کو اس عمل پر اپنی نجات کا بے پناہ سہارا تھا۔ یا خود اپنی اس بُری حرکت پر اس قدر نالاں تھا۔ کہ اسے اسی وجہ سے اپنے بارے میں یقین تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے میری استغفار بھی اس جرم سے رہائی نہ دے سکے گی ۔ تو کیا بعید کہ روایت زیر بحث بھی اُن احادیث کی طرح اس کی

خود گھڑی ہوئی ہو جس طرح اس نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ستر احادیث گھڑی تھیں۔

پھر محدثین کرام نے اس کو ”متروک الحدیث“، کذاب اور ناقابلِ اعتبار راوی قرار دیا۔ جعلی روایت سے استدلال کسی طور درست نہیں ہو سکتا۔ اس قدر ناقابل اعتبار اور من گھڑت حدیثیں بیان کرنے کے باوجود اگر کوئی شیعہ یہ رٹ لگاتا رہے۔ یہ راوی ثقہ ہے اور اسکی یہ حد تلو ہے۔ تو کم از کم میں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ”قطعی“ سے اس کی کیا مراد ہے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ خبر واحد صحیح بھی نہیں۔ بلکہ سرے سے ہے ہی گھڑی ہوئی حدیث۔ تو جس کا نہ سر نہ پاؤں اُسے تم قابلِ استدلال گردانتے ہو۔

آؤ ہم تمہیں اس حدیث کے بارے میں مزید حقائق دکھائیں۔

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف ”لوالی المصنوعہ فی احادیث الموضوعۃ“ میں اس حدیث کو مکمل سند کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اور پھر اس کی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے فیصلہ کن چند باتیں تحریر فرمائیں۔ ملاحظہ ہوں۔

لوالی المصنوعہ:۔

(الخطیب) اَخْبَرَنِی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْمُقْرِیُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ یُوْسُفَ اَنْبَانَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ الْمَطِیْرِی حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْمُؤدب حَدَّثَنَا الْمُعَلّٰی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ مِھْرَانَ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ عَنْ عَلْقَمَۃَ وَالْاَسْوَدِ

قَالَا اَتَيْنَا اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ عِنْدَ مُنْصَرَفِهٖ مِنْ صِفِّيْنَ فَقُلْنَا لَهٗ اَبَا اَيُّوْبَ اِنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَكَ بِكَذَا وَكَذَا ثُمَّ جِئْتَ بِسَيْفِكَ عَلٰى عَاتِقِكَ تَضْرِبُ بِهٖ اَهْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ يَا هٰذَا اِنَّ الرَّائِدَ لَا يَكْذِبُ اَهْلَهٗ وَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِقِتَالِ ثَلَاثَةٍ مَعَ عَلِيٍّ بِقِتَالِ النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِيْنَ وَ الْمَارِقِيْنَ فَاَمَّا النَّاكِثُوْنَ فَقَدْ قَاتَلْنَا هُمْ يَوْمَ الْجَمَلِ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرَ وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَهٰذَا مُنْصَرَفُنَا يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ وَعَمْرًا و وَاَمَّا الْمَارِقُوْنَ فَهُمْ اَهْلُ الطُّرَفَاوَاتِ وَ اَهْلُ السَّعِيْفَاتِ وَ النَّخِيْلَاتِ وَاَهْلُ النَّهْرَ وَانَاتِ وَ اللّٰهِ مَا اَدْرِيْ اَيْنَ هُمْ وَلٰكِنْ لَا بُدَّ مِنْ قِتَالِهِمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِعَمَّارٍ يَا عَمَّارُ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَاَنْتَ اِذْ ذَاكَ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَكَ يَا عَمَّارُ اِذَا رَاَيْتَ عَلِيًّا قَدْ سَلَكَ وَادِيًا وَسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا غَيْرَهٗ فَاسْلُكْ مَعَ عَلِيٍّ فَاِنَّهٗ لَنْ يُدْلِيَكَ فِيْ رَدِيٍّ وَ لَنْ يُخْرِجَكَ مِنْ هُدًى يَا عَمَّارُ مَنْ تَقَلَّدَ سَيْفًا اَعَانَ بِهٖ

عَلٰی عُدْوَةٍ قَلَّدَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِشَاحَيْنِ مِنْ دُرٍّ وَمَنْ تَقَلَّدَ سَيْفًا اَعَانَ بِهٖ عَدُوًّا عَلٰى عَلِيٍّ قَلَّدَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِشَاحَيْنِ مِنْ نَارٍ قُلْنَا لَهٗ يَا هٰذَا حَسْبُكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ حَسْبُكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ مَوْضُوْعٌ وَالْمُعَلّٰى مَتْرُوْكٌ يَضَعُ وَاَبُوْ اَيُّوْبَ لَمْ يَشْهَدْ صِفِّيْنَ۔

(کتاب لؤالی المصنوعہ فی الاحادیث

الموضوعہ ص۲۱۲-۲۱۳ جلد ۱)

ترجمہ: (بحذف الاسناد) جناب ابراہیم حضرت علقمہ اور اسود علیہما الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں۔ ہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے۔ جب وہ جنگ صفین سے واپس تشریف لائے تھے۔ ہم نے عرض کی اے ابوایوب! اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی باتوں سے نوازا۔ اور صاحب تعظیم و تکریم بنایا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ تم تلوار اٹھائے ان لوگوں کو قتل کرتے پھرتے ہو۔ جو لا الہ الا اللہ الخ پڑھنے والے ہیں؟ انہوں نے ہمیں جواباً فرمایا۔ اسے شخص! یاد رکھو۔ ہراول دستہ کبھی اپنے لشکر سے غلط بیانی نہیں کرتا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت علی المرتضیٰ کی معیت میں تین اقسام کے گروہوں سے لڑنے کا حکم دیا ہوا ہے۔ اول ناکثین دوم قاسطین اور سوم مارقین۔

جہاں تک اول گروہ سے لڑائی کا تعلق ہے۔ (یعنی ناکثون کہ جنہوں نے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑ دی تھی، تو ہم جنگ جمل میں ان سے لڑکر فراغت پا چکے۔ جن میں طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) بھی تھے۔ اور دوسرا گروہ (یعنی قاسطون کہ حق سے ہٹ کر ناحق راستہ پر چل پڑے) تو ہم ابھی اُن کے ساتھ لڑکر واپس آرہے ہیں۔ یعنی جنگ صفین سے کہ جس جنگ میں امیر معاویہ اور عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) بھی شامل تھے۔ اور تیسرا گروہ (یعنی مارقون کہ جو مسلم اکثریت سے کٹ جائیں) ان لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جو طرفات، سیفات، نخیلات اور نہروانات کے باشندہ ہیں۔ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا۔ کہ وہ کہاں ہیں؟ لیکن انشاء اللہ اُن سے ضرور لڑائی ہوگی۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمار سے کہتے سُنا۔ اے عمار! تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ اور اس وقت تو حق پر ہوگا ۔ اے عمار! اگر کسی وقت تو یہ دیکھے۔ کہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے خلاف دوسرے راستہ پر چل رہے ہوں۔ اور حضرت علی کا راستہ اور ہو۔ تو تمہیں حضرت علی کے راستہ پر چلنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ وہ یقیناً تجھے کسی تباہی میں نہ دھکیلیں گے۔ اور نہ ہی غلط راستہ پر ڈالیں گے اے عمار! جس نے تلوار اٹھائی اور اس سے حضرت علی کی حمایت کی۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف لڑا۔ تو ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن موتیوں کے جڑاؤ والے دو ہار پہنائے گا۔ اور جس نے تلوار اس لیے اٹھائی۔ کہ وہ اس سے حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں ان کے دشمنوں کی مدد کرے۔ اُسے اللہ تعالیٰ بروز قیامت آگ کے انگاروں کے دو ہار پہنائے گا۔ (جب حضرت ابوایوب نے جناب علقمہ اور اسود

سے یہ گفتگو کی۔ تو) ان دونوں نے کہا۔ ابوایوب! بس کیجئے۔ ٹھہر جائیے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔

(علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اتنا واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) یہ سب من گھڑت روایت ہے۔ کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک ''المعلی'' نامی راوی ایسا ہے جس کی روایت کو متروک کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اپنی طرف سے حدیثیں گھڑتا تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تو سرے سے جنگ صفین میں شریک ہی نہ تھے۔ (جو اس روایت کے مرکزی کردار ہیں)

حاصل کلام:۔

حدیث خواہ کتنی ہی شہرت یافتہ ہو۔ مگر اس کی صحت اور عدم صحت کے بہت سے اسباب مقرر ہیں۔ ان میں سے ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ جس سند کے ساتھ اُسے روایت کیا گیا اس کے تمام افراد غیر مجروح ہونے چاہئیں۔ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح القدیر'' میں مذکورہ روایت ضرور ذکر کی لیکن اس کی سند ذکر نہ کی۔ اور علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بالتفصیل اور وہ بھی سند کے ساتھ ذکر فرمایا جیسا کہ ''اللآلی المصنوعہ'' میں علامہ سیوطی نے پوری حدیث ذکر کرنے کے بعد اس میں دو طرح کی جرح کی۔

۱۔ یہ کہ اس حدیث کی سند میں ''المعلی بن عبدالرحمٰن'' ایک ایسا راوی ہے۔ جو خود احادیث گھڑتا تھا۔ لہٰذا اسی بنا پر امام السیوطی نے اس حدیث کو ''موضوع'' کہا۔ پھر یہ وہی راوی ہے۔ کہ جس کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا۔ کہ یہ کذاب ہے۔ اور بوقتِ مرگ خود اقرار کرتا ہے۔ کہ میں نے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ستر احادیث خود گھڑ کر بیان کیں۔ ناظرین کرام! اب

خود فیصلہ کریں کہ جس حدیث کی سند میں ایسا راوی ہو۔ اسے کون قبول کرے گا۔ اور ایسی حدیث کب اس قابل ہے کہ اُسے بطور حجت و دلیل پیش کیا جائے۔

۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہ جنہیں اس حدیث کا اصل راوی قرار دیا جا رہا ہے۔ وہ سرے سے جنگ صفین میں شریک ہی نہ تھے۔ تو بغیر شرکت کئے واپسی کا کیا معنی؟ لہٰذا انہیں جنگ صفین میں شریک بنا کر بعد ان کی واپسی دکھا کر اور اس کے بعد ان سے یہ حدیث بنا کر ذکر کرنا ایک طرح نہیں کئی طرح جھوٹوں کا پلندہ ہے۔

ان دو طرح کی جرح ذکر کرنے کے بعد علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت سے فیصلہ صادر فرمایا۔ اور کہا۔ یہ حدیث ''موضوع'' ہے۔ یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں۔ بلکہ ''معلی بن عبدالرحمٰن'' کی ساخت ہے۔ جو کذب بیانی سے کام لے کر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہہ رہا ہے

لمحۂ فکریہ :۔

حضرات قارئین! مذکورہ طعن کی مفصل تردید آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جس سے یہ بات اظھر من الشمس ہو گئی۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لفظ ''باغی'' سے دھوکہ و فریب دیا جاتا ہے۔ یعنی اس کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور ان کا امت مسلمہ سے کوئی تعلق باقی نہ تھا۔ بلکہ وہ کافر اور مشرک ہو گئے۔ (معاذ اللہ) یہ سب عیاری اور مکاری ہے۔ اور دجل و فریب کا ایک شاخسانہ ہے۔ بر خلاف اس کے حقیقتِ حال یوں ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام میں باہم ایک دوسرے کے حامی و ناصر تھے۔ اور اس معاملہ میں خود کو کوئی بھی فوقیت دینے کو تیار نہ تھا۔ صرف ایک اجتہادی غلطی یعنی خون عثمان غنی

کے معاملہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان جنگ تک نوبت پہنچ گئی۔ اسی کی نشاندہی مندرجہ ذیل عبارت بھی کرتی ہے۔

البدایہ والنہایہ:۔

فَلَمَّا رَاٰی مَلِكُ الرُّوْمِ اِشْتِغَالَ مُعَاوِيَةَ بِحَرْبِ عَلِيٍّ تَدَانٰى اِلٰى بَعْضِ الْبِلَادِ فِيْ جُنُوْدٍ عَظِيْمَةٍ وَطَمَعَ فِيْهِ فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَيْهِ وَاللّٰهِ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ وَتَرْجِعْ اِلٰى بِلَادِكَ يَا لَعِيْنُ لَاَصْطَلِحَنَّ اَنَا وَابْنُ عَمِّيْ عَلَيْكَ وَلَاُخْرِجَنَّكَ مِنْ جَمِيْعِ بِلَادِكَ وَلَاُضَيِّقَنَّ عَلَيْكَ الْاَرْضَ بِمَا رَحُبَتْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ خَافَ مَلِكُ الرُّوْمِ وَانْكَفَّ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ نمبر ۱۱۹
سن ستین من الھجرۃ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔ جب رومی بادشاہ نے یہ دیکھا کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے برسرپیکار ہیں۔ تو اس نے بہت بڑے جتھوں کے ذریعہ بہت سے قریبی شہروں کے نزدیک پڑاؤ ڈال لیا۔ اور کچھ امیدیں وابستہ کیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس شرارت کا علم ہوا۔ تو لکھ بھیجا۔ خدا کی قسم! اگر تو باز نہ آیا۔ اور واپس اپنے علاقہ میں واپس نہ گیا۔ تو

اے لعنتی! اچھی طرح جان لو کہ میں اور میرے چچا کے بیٹے حضرت علی دونوں باہم صلح کر کے تمہاری شامت سے آئیں گے۔ اور تمام شہروں سے تجھے باہر نکال پھینکیں گے۔ اور زمین اگرچہ اللہ نے بہت وسیع پیدا کی لیکن میں اس کو تم پر تنگ کر دوں گا۔ اس تحریر کے ملنے اور پڑھنے کے بعد رومی بادشاہ ڈرا۔ اور دم دبا کر بھاگ گیا۔

جیسا کہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نسبی طور پر بھائی تھے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے چچیرے بھائی تھے۔ اسی طرح وہ اُس اخوت اور بھائی چارہ میں بھی منسلک تھے۔ جسے اسلام نے قائم کیا۔ روایت مذکورہ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ کیونکہ خونِ عثمان غنی کے معاملہ میں خود کو حق پر سمجھتے ہوئے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ سے حالتِ جنگ میں تھے۔ لیکن اس دُکھ اور انتہائی صدمہ کے باوجود وہ یہ ہرگز برداشت نہ کر سکے۔ کہ ہمارے باہمی اختلاف سے کوئی غیر مسلم ناجائز فائدہ اٹھانے کی فکر کرے۔ اور جب رومی بادشاہ کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ ہمارے اس اختلاف کی وجہ سے کچھ غاصبانہ اور جابرانہ ارادے رکھتے ہوئے ذمی جتھوں کو مسلم شہروں کے قریب لا کھڑا کر رہا ہے۔ تو اس دینی اخوت سے سرشار حضرت امیر معاویہ نے صاف صاف لکھ بھیجا۔ کہ ہماری باہم صلح کوئی ناممکن نہیں۔ بلکہ میں اپنے تمام مطالبات چھوڑ کر حضرت علی سے صلح کر کے تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ بہتر ہے۔ کہ تم اپنے ارادے دل میں ہی لے کر واپس پلٹ جاؤ۔ ورنہ دنیا دیکھے گی۔ کہ تمہاری کیا درگت بنتی ہے۔

آخری گزارش:

اہل انصاف ہماری ان گزارشات اور اس سے سابقہ تحریرات سے اس امر کو بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے مابین کوئی کفر و ایمان کی جنگ نہ تھی۔ اور نہ ہی یہ دونوں ایک دوسرے کو کافر و مشرک کہنے پر تیار تھے۔ بلکہ ایمان و اسلام میں اپنے کو دوسرے پر فوقیت بھی نہ دیتے تھے۔ باہم ایک خدا کے ماننے والے اور ایک ہی رسول کے نام لیوا اور ایک ہی دین کے داعی تھے۔ ان تمام امور کی تصریحات کے بعد اگر کوئی زبان درازی کا یوں مظاہرہ کرے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کے دشمن تھے۔ تو یہ حقائق و شواہد کی تکذیب نہیں تو پھر کیا ہے۔ ؟ ہاں جو مجسم دین (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) کا خون گرانے سے نہ چوکے۔ نہ انہیں غیرت و شرم آئی۔ وہ اگر دین کا خون بہا دیں۔ تو کیا تعجب ؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان اگر وجہ اختلاف کوئی امر بنا۔ تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا معاملہ تھا۔ جس کی تفصیل آپ گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے بارے میں یہ بھی صاف صاف فرما دیا۔ کہ اس میں میرا قطعًا ہاتھ نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)